نقیبِ ختمِ نبوّت

ماہنامہ — ملتان

رجب المرجّب ۱۴۲۰ھ

نومبر ۱۹۹۹ء

11

احرار اور اقامتِ حکومتِ الٰہیّہ

★ مجلس احرارِ اسلام، کسی وقتی سیاسی و انتخابی مسئلہ کے لئے قیامِ حکومتِ الٰہیّہ کے فریضہ کو مؤخر و مُلتوی کر کے جمہوری کھیل میں شریک نہیں ہو سکتی۔ جو حکومت یا جماعت مُلک میں مکمّل اِسلامی آئین کے نفاذ کا اعلان کر دے۔ مجلس احرارِ اسلام اس کے ساتھ مکمّل تعاون کرے گی۔

★ ہم وقتی مطلب برآری اور بحالی جمہوریت کے لئے ایکسپلائیٹیشن کی خواہش مند سیاسی جماعتوں اور محاذوں سے الگ رہیں گے۔

★ احرار ..... اپنی فراست و بصیرت، اعتقادی و ایمانی اور عملی بساط کے مطابق، قوّت و اِستطاعت کی آخری رَمق بھی خرچ کر دیں گے مگر اپنی جدّوجہد اور تحریک جاری رکھیں گے۔

★ اِسلام کے سپاہیوں کو ہر ممکن جدّوجہد کے ساتھ اداءِ فرض کا حکم ہے۔ کامیابی و ناکامی سب کچھ مولیٰ کریم کی قدرت و مشیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر و مشیت پر قابو پانے یا اس کو بدلنے کے شیطانی عقائد و تصوّرات اور توہمات، فرعونی و پرویزی اور یہودی و نصرانی دعویٰ بازی تو سَراسَر کُفر ہے۔

جانشینِ امیرِ شریعت حضرت
سیّد ابو مُعاویہ ابو ذر بُخاری رحمہ اللہ

پندرہ روزہ "الاحرار" لاہور
جلد ۴ شمارہ ۳/۴، ۳/۳، ۱۹۷۳ء

اِقتدار کے غُلام

کالا کوٹ

ثبوت حاضر ھیں

اخبار الاحرار

مغربی خواتین کی آزادی حقیقت یا فریب؟

اِسلام میں گُستاخِ رسُول کی سزا

التفسير الكبير
عربی

للإمام

الفخر الرازی

أبی عبد الله محمد بن عمر فخر الدين

طبعة جديدة مصححة

11 جلدیں 32 حصے

دار الحدیث

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان پاکستان فون:۔ ۵۴۲۲۱۹

زیر طبع ہے

عمدة القاری
عربی

شرح صحيح البخاري

للشيخ الإمام العلامة بدر الدين أبي محمد محمود بن أحمد العيني

الطبعة الأولى المطابقة بالترقيم كتبًا وأبوابًا وأحاديث
للمعجم المفهرس لألفاظ الحديث وفتح الباري
مع ذكر أطراف الأحاديث طردًا وردًا

کمپیوٹر ایڈیشن

طباعت عمدہ

سائز درمیانہ

کاغذ اعلیٰ سفید

لیمینیشن کی خوبصورت سولہ جلدیں

دار الحدیث

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔ پاکستان فون: ۵۴۲۲۱۹

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

Regd: M - No.32

جلد: 10 ◆ شمارہ: 11 | قیمت: 15 روپے

رجب المرجب: ۱۴۲۰ھ ○ نومبر: ۱۹۹۹ء

زرِ تعاون سالانہ:

اندرون ملک 150 روپے،
بیرون ملک 1000 روپے پاکستانی

مجلس ادارت

* زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ
* رئیس التحریر: سید عطاء المحسن بخاری
* مدیر مسئول: سید محمد کفیل بخاری

رفقاء فکر

ابنِ امیر شریعت حضرت پیرجی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

- پروفیسر خالد شبیر احمد
- مولانا محمد مغیرہ
- مولانا محمد اسحٰق سلیمی
- محمد عمر فاروق
- عبداللطیف خالد چیمہ
- ساغر اقبالی
- سید یونس الحسنی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 511961 - 061 : ✆

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّۃ (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری، طابع: تشکیل احمد اختر، مطبع: تشکیلِ نو پرنٹرز، مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان

تشکیل

دل کی بات		مدیر	۳
افکار:	اقتدار کے غلام	محمد عمر فاروق	۵
نقد و نظر:	کالاکوٹ	سید یونس الحسنی	۶
افکارِ ابوذر:	بول چال: درخشاں مستقبل		۹
شاعری:	نعت: محمد اکرام تائب، حبیب الرحمٰن بٹالوی، سید محمد یونس بخاری		۱۱
	نعت: سید محمد یونس بخاری		۱۲
ردِّقادیانیت:	تقسیم کشمیر کا قادیانی پلان	حامد میر	۱۳
تجزیہ	ظفر علی خان اور شورش کاشمیری کے کردار کا تسلسل	زاہد الراشدی	۱۵
ردِّ قادیانیت:	ایک قادیانی مبلغ سے میری پہلی ملاقات	مولانا محمد مغیرہ	۱۷
	ثبوت حاضر ہیں	محمد عمر فاروق	۲۵
دین و دانش:	گستاخ رسول اور مرتد۔ اسلام میں دونوں کی سزا قتل ہے	ڈاکٹر احمد علی سراج	۲۹
	جنت میں لے جانے والے اعمال	حکیم محمود احمد ظفر	۳۱
جہانِ نسواں:	مغربی خواتین کی آزادی، حقیقت یا فریب؟	ام عبداللہ	۳۵
شخصیات:	قافلۂ احرار کا سپہ سالار	مروان کاشمیری	۳۹
	حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ	محمد ارشد الحسینی	۴۱
مشاہدات و تأثرات:	امارتِ اسلامیہ افغانستان	ابوالکلام خواجہ	۴۳
حسنِ انتقاد:	تبصرۂ کتب	محمد عمر فاروق	۵۰
ترحیم	مسافرانِ آخرت	ادارہ	۵۳
اخبارالاحرار:	احرار رہنماؤں کی سرگرمیاں اور تنظیمی خبریں		۵۴

دل کی بات:

حکومت کی تبدیلی............مکافاتِ عمل

۱۲، اکتوبر ۱۹۹۹ء کو عساکر پاکستان نے نواز شریف حکومت کا بستر گول کر کے اپنے اقتدار کی بساط بچھا دی ہے۔ چیف آف آرمی سٹاف جنرل مشرف اس وقت پاکستان کے منتظم اعلیٰ ہیں۔ حکومت کی یہ تبدیلی اور انقلاب فطری ہے۔ پاکستان میں پارلیمانی جمہوری نظام کی ناکامی کے ذمہ دار ہمارے ملک کے لادین سیاست دان، ان کی سیکولر اور لادین جماعتیں اور ان کی حلیف "شامل واجا" بعض نام نہاد دینی جماعتیں اور ان کے لیڈر ہیں۔ یہ المیہ ہے کہ پاکستان میں سیاسی حکومتوں کو کبھی بھی استحکام نصیب نہیں ہوا۔ جو اقتدار میں آ جاتا ہے وہ اور اس کا سیاسی خاندان اقتدار کو اپنے ذاتی مفادات کے لیے خوب جی بھر کے استعمال کرتا ہے اور ملکی خزانے کو ڈاکوؤں کی طرح لوٹتا ہے۔ جو اقتدار سے محروم رہ جاتے ہیں وہ بحالیٔ جمہوریت کا راگ مشغلہ کے طور پر تنہا اور کورس میں گاتے رہتے ہیں کہ آخر وہ اور کریں بھی کیا؟

بیکار مباش کچھ کیا کر پاجامہ ادھیڑ کر سیا کر

حتیٰ کہ حکومت کسی بھی انداز میں ختم ہو جاتی ہے اور پھر یہی لوگ آنے والے حکمران کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد پھر بحالیٔ جمہوریت کے لیے حریف اور حلیف دونوں مل کر جدوجہد شروع کر دیتے ہیں۔ ۵۲ سال سے پاکستان کے لادین اور بددیانت سیاست دان یہی تماشا کھیل رہے ہیں۔

حالیہ انقلاب سے پہلے حزبِ اختلاف کے تقریباً تمام لیڈر فوج کو معاملاتِ حکومت میں مداخلت کی دعوت دے رہے تھے۔ اور انقلاب کے بعد فوجی حکومت کے حق میں رطب اللسان ہیں اور جنرل مشرف کو خراجِ تحسین پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے عادلانہ احتساب کا مطالبہ بھی کر رہے ہیں۔ گویا وہ حقیقت میں اپنی نااہلی، ناکامی، جہالت اور شکست کا اعتراف کرتے ہوئے فوجی حکومت کو سیاسی و جمہوری حکومتوں سے بہتر قرار دے رہے ہیں۔

حقیقتِ حال بھی یہی ہے کہ پاکستان میں فوجی حکومتوں کا دور عوامی اور جمہوری حکومتوں سے بہتر، مستحکم اور مضبوط رہا ہے۔ گزشتہ ۵۲ برسوں میں جتنی بھی اٹھا پٹخ ہوئی ہے اس کے ذمہ دار صرف اور صرف سیاست دان ہیں۔ جنہوں نے اپنی نااہلی، بددیانتی اور مفاد پرستی سے ملک کا بیڑہ غرق کیا اور اقتدار کے تمام وسائل اپنے اللّوں تللّوں پر تباہ کیے۔ فوجی حکومتوں یا مارشل لاء کا تسلسل بھی انہی کی سیاسی غلطیوں کا نتیجہ ہے۔ نصف صدی سے یہی ہو رہا ہے کہ جب یہ مقتدر حریف کو پچھاڑنے میں ناکام ہو جاتے تو فوج کو بلا لیتے ہیں۔ پھر فوج سے بحالیٔ جمہوریت کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں۔ بار بار فوج کو احتساب کے لیے بلانے کی بجائے اب آئینی طور پر یہ طے ہو جانا چاہیے کہ فوج مستقل طور پر سویلین حکومت کو اپنی نگرانی میں چلائے۔

تاکہ سیاسی عدم استحکام اور لوٹ مار ختم ہو سکے۔ مرحوم ضیاء الحق نے بھی یہی تجویز دی تھی پھر نواز شریف کے عہد میں بھی نیشنل سیکورٹی کونسل کی تجویز آئی تھی۔ سو آج نیشنل سیکورٹی کونسل معرضِ وجود میں آگئی ہے۔

مسٹر نواز شریف کو جو سزا ملی ہے یہ مکافات عمل ہے۔ وہ جس راہ پر چل نکلے تھے اس کا انجام یہی ہونا تھا۔ وہ عوام کا بھاری مینڈیٹ لے کر اس دعویٰ کے ساتھ منتخب ہوئے تھے کہ وہ پاکستان میں خلافتِ راشدہ کا نظام نافذ کریں گے۔ لیکن دونوں مرتبہ اپنے عہد اقتدار میں انہوں نے سب سے زیادہ نقصان اسلام ہی کو پہنچایا۔ امریکی تابعداری میں طالبان پر دہشت گردی کے جھوٹے الزامات لگائے۔ علماء کا استہزاء کیا، دینی مدارس اور دینی جماعتوں کو دہشت گرد کہہ کر بے گناہ طلباء اور علماء پر ظلم کیا اور انہیں بدنام کیا، شرعی قوانین کی توہین کی، سود کو حلال کہا، عوام سے اربوں روپے لوٹ کر پوری مسلم لیگ کو عیاشیاں کرائیں۔ شریعت بل کو مذاق بنایا، "ملک سنوارو" کے نام سے عوام کے کروڑوں روپے ہضم کئے، کارگل سے واپسی کے باوجود سرکاری ملازمین سے کارگل ٹیکس وصول کیا، ملک کے تمام اداروں کو تباہ کیا حتیٰ کہ عدلیہ اور انتظامیہ کو ایسا تباہ کیا کہ ان اداروں سے عوام کا اعتماد اٹھ چکا ہے۔ کیا یہ سب کچھ اللہ کو ناراض کرنے کے لیے کافی نہیں تھا۔؟

پاکستان کے منتظم اعلیٰ جنرل مشرف نے قوم سے اپنے پہلے تفصیلی خطاب اور پہلی پریس کانفرنس میں حکومت کا جو ایجنڈہ پیش کیا ہے وہ بظاہر تو قابل تحسین اور قابل رشک ہے لیکن ہمیں ان سے کوئی زیادہ اور خوش کن توقعات نہیں۔ لیکن اتنا کہنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ قیام پاکستان کے مقصد اوّل "نفاذ اسلام" کی تکمیل کی جائے۔ افغانستان کے بارے میں امریکی پالیسی یا دباؤ قبول نہ کیا جائے اور طالبان سے ویسے ہی تعلقات برقرار رکھے جائیں جو ایک مسلمان اپنے مسلمان ہمسائے کے ساتھ رکھتا ہے۔ ملک و قوم کی دولت لوٹنے والے بھیڑیوں کو پکڑ کر ان سے سب کچھ وصول کیا جائے۔ سودی معیشت ختم کی جائے۔ قادیانیوں اور دیگر دین دشمن و ملک دشمن افراد کو کلیدی عہدوں سے برطرف کیا جائے۔ ملک کو سیکولرازم کے گڑھے میں دھکیلنے کی بجائے اسلام کے تخت پر بٹھایا جائے۔ پھر آپ اور ہم سب دیکھیں گے کہ.......

بہار آئے گی اور بے اختیار آئے گی

ورنہ جو حشر پہلے حکمرانوں کا ہوا ہے وہ آئندہ بھی سب کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کا نتیجہ اچھا نہیں نکل سکتا۔ حکمرانو! اللہ کو راضی کر لو تو مخلوق خود بخود راضی ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں میں تمہارا احترام قائم کر دے گا۔

اقتدار کے غلام

محمد عمر فاروق

پاکستان کے عوام نے گزشتہ باون برسوں میں اقتداریوں کے عروج وزوال کے ان گنت مناظر دیکھے ہیں۔ بانی پاکستان کی وفات کے بعد بر آنے والی حکومت محلاتی سازشوں کے نتیجے میں پروان چڑھی۔ سکندر مرزا، غلام محمد، ایوب خان، یحییٰ خان، بھٹو، ضیاء الحق اور پچھلے چند سالوں میں نواز شریف اور بے نظیر بھٹو جیسے سیاسی بازیگروں نے ایک دوسرے پر شب خون مارنے کے علاوہ اور کیا ہی کیا ہے۔ ذاتی اقتدار اور شخصی تسلط ایسی فرعونی خواہشات نے ان اقتدار پرستوں کے بینک بیلنس میں ہوشربا اضافہ تو ضرور کیا لیکن عوام کو کیا ملا۔ بدحالی، بے سکونی فرقہ واریت، فاقوں اور قتل وغارت کے کانٹوں بھرے تحفے!

اختیارات کی بے لگامی نے میاں نواز شریف کو ایسی بند گلی میں لاکھڑا کیا تھا کہ جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ باقی نہ رہا تھا۔ نتیجہ کار انہوں نے "کمال عقلمندی" سے ایک دن میں وہ کام کر دکھایا کہ جو آئندہ اڑھائی برسوں کے بعد ہونا تھا۔ شخصی حکمرانی اور بلاشرکت غیرے اقتدار کی آرزوؤں کا انجام یہی ہوا کرتا ہے۔ دسیوں کالم نگاروں، اداریہ نویسوں اور صحافیوں نے نواز شریف کو آئینہ دکھانے کی لگاتار کوشش کی لیکن وہ ہوا کے جس گھوڑے پر سوار ہو کر یہ خیال کرتے تھے کہ اب ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی اور اب ان کا فرس اقتدار سب مخالفوں کو روندتا ہوا انہیں ہٹلر اور مسولینی کی صف میں لاکھڑا کرے گا۔ لیکن وہ اس زعم میں یہ فراموش کر بیٹھے تھے کہ مطلق العنانی اور اقتدار اعلیٰ کی سزاوار صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور میاں نواز شریف بالآخر اسی گھوڑے سے منہ کے بل زمین پر آگرے اور آج کہیں بھی ان سے ہمدردی کے دو بول کہنے کے لیے کوئی ذی نفس تیار نہیں ہے۔ ہمدردی تو اس سے کی جاتی ہے جس نے کبھی دوسروں کے ساتھ خود حسن سلوک کیا ہو۔

ان حالات میں جب کہ میاں برادران اور ان کی جماعت مسلم لیگ کے اکثر اہم ارکان نظر بند ہیں، کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے ساتھ مستقبل میں کیا سلوک ہو گا۔ بے نظیر بھٹو نے اس صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش ضرور کی ہے لیکن پاک فوج نے ان کی ہر پیشکش کو ابھی تک ٹھکرایا ہے جبکہ بقایا تمام حزب اختلاف چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف کی مکمل حمایت کر کے چپ سادھ چکی ہے۔ ملک میں ہر طرف ایک ہی مطالبہ زور پکڑ رہا ہے کہ لٹیروں کا عادلانہ احتساب کیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی اہم اور بنیادی ذمہ داری جناب مشرف کے کاندھوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ پاکستان کو اس کی اصل منزل یعنی اسلام کے نفاذ پر مضبوطی سے گامزن کر دیں کیونکہ نظام کی تبدیلی کے بغیر احتساب بے معنی ہو کر رہ جائے گا۔

جب تک پاکستان میں اسلامی شورائی نظام کی حاکمیت قائم نہیں ہو گی۔ اقتدار کے غلام اپنے آقاؤں کی زیر زمین سازشوں کے بیج بوتے رہیں گے۔ ہمیں اقتدار کے غلام نہیں عوام کے خادموں کی ضرورت ہے جو قوم وملک کے بے لوث خدمت گار اور دین اسلام کے جانباز سپاہی ہوں۔ رائیونڈ اور لاڑکانہ کے مکین نہ ہوں۔ بلکہ وہ مخلوق خدا کے دلوں میں بستے ہوں اور اقتدار ان کے پاؤں کی ٹھوکر پر ہو۔

کہ ہمارا ماحول کیسا ہے یہاں خاکی وردی کے مقابل کالا کوٹ بھی ہے۔ عوام تو کالانعام ہوتے ہیں۔ کالے کوٹوں والے نظر بہ ظاہر عوامی حقوق کے نگہبان ہوتے ہیں۔ وہ سچ اور جھوٹ میں تمیز کیا کرتے تھے۔ عوام کے معاملات نمٹانے میں معاونت کیا کرتے تھے۔ لوگوں کے لیے رہنمایانہ اقدام کیا کرتے تھے۔ یوں اس کالے کوٹ کی بڑی عزت تھی۔ ہم ارادت و عقیدت کے جذبات رکھتے تھے۔ یاللعجب! یہ کیسا موڑ آگیا ہے۔ حالات نے کیسا پلٹا کھایا ہے۔ کالے کوٹ کی تحقیر کیوں ہو رہی ہے۔ ایسے بے توقیر کیوں کیا جا رہا ہے۔ ایک دوست اگلے روز میری پریشانی بھانپ گیا۔ کہنے لگا۔ گھبراؤ نہیں تحمل سے بات سنو۔ جعلی ڈرائیونگ لائسنس بنوانا ہو تو کالے کوٹ والا مل جائیگا۔ بوگس شناختی کارڈ اور ڈومیسائل وہ بنوا دے گا۔ حکومت پاکستان کی طرف سے جعلی پاسپورٹ دلا دے گا۔ کسی بھی ملک میں جانے کا عزم بالجزم کر لو۔ ویزہ تیار ملے گا۔ تھانیدار کے ساتھ مک مکا کرنا ہو تو اس کی معاونت ملے گی۔ قتل، اغوا، ڈاکہ چوری، جیب تراشی کے مرتکبین کی ضمانتیں کرانا ہوں تو وہ حاضر ہے۔ ظالم کو مظلوم وہ بنائیگا۔ جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ میں تبدیل کرا دے گا۔ پھر اپنے اس عظیم تجربے کی بنا پر عدلیہ میں شامل ہو کر منتخب حکومتوں کو غیر مستحکم کرنے کا کام بھی بخوبی انجام دے گا۔ آج کا کالا کوٹ بے طرح گرد آلود ہو چکا ہے۔ جرائم پال اور مجرم پال سکیم کے رسیاؤں نے اسے بے دریغ استعمال کیا ہے۔ ہولناک معاشرتی جرائم کے اثرات نے اس کی رنگت اڑا دی ہے۔

اب اسے ڈھونڈ چراغِ رخ زیبا لے کر

اتنی ڈھیر ساری کہاوتیں سن کر بھی اس کالے کوٹ سے میری عقیدت میں فرق نہیں آیا۔ رہوار فکر اور اشہب خیال اس ڈگر پر چل نکلا کہ انگریزوں نے گھوڑے پال اور کتا پال سکیم کے تحت غداران ملت و وطن کو بڑی بڑی جاگیریں عطا کی تھیں۔ ہمارے ہاں حالات کا پلٹا یہ ہے کہ مجرم پال سکیم شروع کر دی گئی۔ قانون اور سیاست کی آڑ میں گناہگاروں کو تحفظات دیئے گئے جبکہ بے گناہوں کو انصاف کے نام پر بے بس کر دیا گیا۔ مگر ٹھہریئے۔ سوچیئے اور سر دھنیے کہ ایک کالے کوٹ والے نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو وجود بخشا۔ دوسرے کالے کوٹ والے نے وطن عزیز کو دولخت کر دیا۔ تیسرے کالے کوٹ والے نے کہ جس کے نام کے ساتھ اب سابق کا لفظ آتا ہے ایک منتخب عوامی حکومت کی جڑیں ہلا کر رکھ دیں۔ ان کجرو حالات اور ستم ظریف واقعات کے پس منظر میں یہ ایک خوبصورت پیش منظر ہے کہ نظامی صاحب کالا کوٹ پہنتے پہنتے رہ گئے۔ ورنہ یہ لوگ تو کتمان حق، غصب اور استحصال کے پیکر ہیں۔ یہ مجرم اور ملزم پالتے پوستے جوان کرتے ہیں۔ ان کے ذریعے لوگوں کے حقوق پر ڈاکے ڈلوانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

آپ جونہی انہیں روکیں، ٹوکیں۔ ہوڑیں، ہٹکیں، ان کا استحقاق فی الفور مجروح ہو جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی احوال بد، ہمارے منتخب نمائندگان کا بھی تھا۔ لیکن ان کا کیا دوش انہیں بھی کسی نہ کسی کالے کوٹ کی پشت پناہی حاصل رہی ہے۔ اسی لئے وہ ایوانِ اقتدار میں داخل ہوتے ہی احتساب" کا راگ الاپنا شروع کر

سید یونس الحسنی

کالا کوٹ

گذشتہ دنوں لاہور ہائیکورٹ بارایسوسی ایشن کے زیر اہتمام ایک سیمینار ہوا۔ ''احتساب'' موضوع سخن تھا۔ ڈاکٹر خالد رانجھا صدر نشین اور سابق چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ مہمان خصوصی تھے۔ سابق جسٹس کے ایم صمدانی، جنرل (ر) حمید گل، ایس ایم ظفر، پروفیسر حسن عسکری اور روزنامہ نوائے وقت کے مدیر اعلیٰ مجید نظامی مقررین میں شامل تھے۔ سبھوں نے بہت پتے کی باتیں کیں۔ شہہ دماغوں نے اپنی شہہ دماغی کا بھرپور مظاہرہ کیا، چوراہوں میں عدالتیں لگانے کا ذکر آیا۔ کرپشن کا رونا رویا گیا۔ خود کشیوں کے سلسلے کی کتھا کھولی گئی۔ قانون کے غلط استعمال کا قصہ چھیڑا گیا۔ موجودہ عدالتی نظام کو ناکام قرار دیا گیا۔ آئین کو از سر نو مرتب کرنے کی نصیحت کی گئی۔ تعلیمی اخراجات میں روز افزوں اضافے پر احتجاج ہوا۔ گویا ایک ''سب رنگ'' شو تھا جس میں سب نے باری باری اپنا حصہ ڈالا اور چلتے بنے۔

سیمینار میں بہت سی گفتنی ناگفتنی باتیں ہوئیں جناب مجید نظامی نے کہا'' آج تک کسی کا احتساب نہیں ہوا یہی سارا المیہ ہے کہ ہم سب دوسروں کے احتساب کے لیے تیار ہیں مگر اپنے احتساب کے لیے تیار نہیں ہیں۔ میں سب سے پہلے خود کو احتساب کے لیے پیش کرتا ہوں۔ اس ملک کے عوام کے ساتھ آج تک انصاف نہیں ہوا۔ وکلا حضرات میرے ماضی کو جانتے ہیں۔ میرا ماضی اور حال آپ کے سامنے ہے۔ ازراہ کرم میرا احتساب کریں۔ میں بطور اخبار نویس روزانہ لکھتا اور لکھواتا ہوں اور اپنا احتساب خود کرتا ہوں۔ میں اللہ کو حاضر ناظر جان کر محتسب کا فریضہ انجام دیتا ہوں۔ اگر کوئی شخص دوسروں کی چھان پھٹک کر رہا ہے تو لازمی ہے اس کا ماضی بھی دیکھا جائے۔ وکلا بہتر جانتے ہیں کہ احتساب کیسے کیا جائے۔ میں خود کالا کوٹ پہنتے پہنتے رہ گیا ورنہ آج آپ کے ساتھ بیٹھا ہوتا'' یہ سب کچھ ہر شخص کے دل کی آواز، ہماری قومی ضرورت اور ہمارے جذبات و احساسات کی عکاسی ہے۔ ماضی گواہ ہے اور یہ گواہی محکم ہے کہ جو حکمران قومی امور کی انجام دہی کے لیے ''مانگے تانگے'' کی روشنی میں پیش قدمی کے رسیا ہوں وہ اپنے عوام کی ضرورتوں سے اغماض برتتے ہیں۔ وہ اندرونی اطمینان کی بجائے بیرونی قدر افزائی کے حصول میں سرگرداں رہتے ہیں۔ پھر قومی عدم اطمینان انہیں زوال آشنا کر دیتا ہے۔ ماضی قریب میں یہی ہوا ہے۔ اب تمام حالات و واقعات کھلے راز کی صورت ہیں۔ موجودہ حکمران اصلاً فوجی مگر سیاست میں دھکیل دیئے گئے ہیں۔ انہوں نے احتساب کا نعرہ لگایا ہے۔ بریگیڈئر راشد قریشی کے بقول جامع طریقہ کار وضع کیا جارہا ہے تاکہ احتساب کے عمل کو نتیجہ خیز بنایا جاسکے۔ جناب چیف ایگزیکٹو نے بھی خود کو رضا کارانہ طور پر احتساب کے لیے پیش کیا ہے۔ اپنے بیان کردہ ایجنڈے پر خلوص نیت سے عمل پیرا ہونے کی پراثر دعا بھی کی ہے۔ یہ خوش آئند ہے مگر سوال یہ ہے

دیتے ہیں پھر وقت کے کلاسیکل راگ اور راگنیاں انہیں سب کچھ بھلا دیتے ہیں۔ یہ حضرات ہر معاملے میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ اس لئے خود احتسابی سے گریزپا ہیں۔ خود کو احتساب کے لئے پیش کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ایٹمی پاکستان کی نئی حکومت نے بھی احتساب کا نعرہ لگایا ہے۔ یہ قومی مفادات و لوازمات کی تکمیل کا عزمِ صمیم رکھتی اور عوامی جذبات و احساسات کی پذیرائی کا اہتمام کرنا چاہتی ہے۔ اندرونی و بیرونی سازشوں کو ناکام کر کے صرف پاکستانیت کی سوچ اور فکر پیدا کرنا چاہتی ہے۔ قوم کو شکوک و شبہات کی دلدل سے نکال کر اس کے حسن ظن کو تقویت دے کر یقین میں بدلنا چاہتی ہے۔ یہ باتیں تاریخ کا حصہ ہیں۔ محب وطن لوگ اپنی آراء اور مشاورت سے حکومت کو نوازتے رہیں۔ حب وطن کا تقاضا پورا کرتے رہیں۔ صحافی لکھتے لکھاتے رہیں۔ خود احتسابی بھی کریں اور دوسروں پر بھی عمیق نگاہ رکھیں تو انشاء اللہ العزیز پاک وطن کا مقدر لکیروں کی گھمبیرتا سے نکل آئیگا۔ آلائشوں سے مبرا ہو گا اذیتوں کی بجائے راحتوں کا مرکز ہو گا۔ مفروضوں کی بجائے حقائق کا منبع ہو گا۔ یقین جانئے مشاورت و معاونت اور حب وطن کے لیے کسی کالے چٹے، سرخ و سبز کوٹ کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ہمارے ہاں کسی گندم نما جو فروش کی گنجائش نہیں ہونا چاہیے۔ بم دھماکوں میں ملوث مجرموں کی ضمانتیں کرانے والوں کو نہیں پنپنا چاہیے۔ کسی ننگ آدم، ننگ دیں، ننگ وطن کو قانونی تحفظ دینے دلانے ولوں کو یہاں شہہ مات ہونا چاہیے۔ یہ فریضہ کوئی فرزند وطن ہی انجام دے سکتا ہے۔ ایسے کڑے احتساب کی جرأت وہی کر سکتا ہے جس کا دامانِ قلب و ذہن تخریبی و ابلیسی آلائشوں سے پاک ہو۔ جو اقتدار و احزاب سے الگ تھلگ رہ کر سچ لکھے، سچ لکھوائے۔ عصمت قلم کا محافظ اور ناموس وطن کا نگہدار ہو۔ مصلحت کوشی سے کوسوں دور ہو۔ کوئی لالچ یا خوف اس کی راہ روکنے نہ پائے۔ حرص و آز کی کوئی کارروائی اسے مشن سے ہٹا نہ سکے۔ وہ فروختنی نہ ہو۔ تلبیس حق و باطل کا گناہگار نہ ہو۔ اپنی ذات کا سب سے پہلے محتسب ہو اور دوسروں کو صراط مستقیم دکھائے۔ راقم کی سوچی سمجھی رائے ہے "کسی کوٹ" میں ملبوس شخص یہ فریضہ انجام نہیں دے سکتا۔ یہ عظیم کارنامہ انہیں لوگوں کا نصیب ہوتا ہے۔ جن کا ضمیر ان کا محتسب ہوتا ہے۔ وہ قابل صد تحسین و آفریں اور لائق ہزار مبارکباد ہوتے ہیں۔ ایسے ہی افراد اقوام و ملل کا اثاثہ اور سرمایہ افتخار ہوتے ہیں۔ تاریخ انہیں طمانچے مار کر گذرنے کی بجائے ان کی تعظیم کرتی ہے۔

نظامی صاحب نے بات تو درست کہی ہے مگر اس ہجوم بے بصراں میں کتنے ہیں جو ضمیر کے اسیر ہیں؟ صحافی، معلم، سیاست دان، وکلاء دانشور اور ادیب، اس حمام میں تو سبھی ننگے ہیں۔ مذکورہ طبقات معاشرے کی تربیت و اصلاح میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ انہی شعبوں میں سب سے زیادہ کرپشن ہوئی ہے اور ان میں بیٹھی ہوئی کالی بھیڑیں پورے معاشرے کو تباہ و برباد کر رہی ہیں۔

موجودہ عسکری قیادت سے قوم کو بہت سی توقعات وابستہ ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ عساکر، قوم کی معصوم امیدوں پر پورا اتر سکیں۔ ورنہ اس تجربے کے بعد اندھیرا ہے۔ روشنی کی کوئی کرن دور تک دکھائی نہیں دیتی۔ اے کاش! موجودہ حکمران عادلانہ احتساب کا عمل خلوص و دیانت کے ساتھ مکمل کر سکیں۔

بول چال

جانشینِ امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

درخشاں مُستقبل.........!

شب یلدا کی وحشت ظلمات میں جب ہماری کائنات، حوادث کے طوفان میں ڈولنے لگی تھی، ہم نے ایک صدا بلند کی ...... "فطرت کا دستور اٹل ہے اور مشرق کی اندھیاریوں میں ایک دائم درخشاں مستقبل ہمارا منتظر ہے"۔ طوفانوں نے تمسخر آمیز قہقہہ بلند کیا اور........ خوفناک ماحول کی گونج نے اس قہقہہ کے ساتھ ہی تالیاں بجا کر ہماری ہنسی اڑا دی۔ مگر وہ صدا نہاں خانۂ قلب سے بلند ہوئی تھی۔ اس لئے ان ٹھہاکوں (۱)☆ اور تالیوں کی چیخ دھاڑ پر چھا گئی۔ اور جب گھٹا ٹوپ تاریکیوں کی متوحشانہ چیخیں بالکل دب گئیں تو اچانک:

ایک روشن سویرا ابھرنے لگا
روئے آفاق سے زنگ اترنے لگا
اور گیسوئے فطرت سنورنے لگا
نورِ ایقاں سے عالم نکھرنے لگا

اجالا ہوا۔ سویرے کی کمان تن گئی۔ سورج نے چلہ چڑھایا، شعاعوں کے زریں تیر لپکے اور مغرب کی طرف دبکتی ہوئی اندھیاریوں نے دم توڑتے ہوئے کہا... "تم ٹھیک کہتے تھے"۔ یہ آواز نئی نئی روشنی کی گہرائیوں میں نفوذ کر گئی اور چہار جانب سے ہمیں یہی صدا سنائی دینے لگی"۔ تم درست کہتے تھے، تم نے سچ کہا تھا"۔

ان آوازوں نے ہمیں مغرور نہیں کیا۔ بلکہ ہمیں جرأت دلائی اور ہمارے اس ادعاء کی تصدیق کر دی کہ اس سفر میں شاہراہ واضح ہے اور منزل معین ہے۔ اس لئے بڑھنا اور بڑھتے ہی چلے جانا حقیقی زندگی ہے۔ "مستقبل" میں آپ ہمارے اقدام اٹھتے ہوئے دیکھیں گے۔ ایسی راہ پر جو معیشت و معاد کے خداشناس، غیر فانی اور نباض فنکاروں نے تراشی ہے۔ ایسی سرعت سے جو ہماری حیات موجودہ کا اقتضاء ہے۔ ایسے عزم سے جس کے نزدیک وسعت عالم ایک زقند سے زائد حیثیت نہیں رکھتی۔

دنیا اپنے تمدنی اور معاشرتی خولوں کو توڑ کر برق رفتار تیزی سے بڑھتی اور اڑتی جا رہی ہے۔ اقوام عالم کی سیاسی تقدیر لحظہ بہ لحظہ منقلب ہو رہی ہے اور ممالک کی قسمت ہر لمحہ ایک انگڑائی لے کر کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے۔ جنگ عظیم ثانی کی ابتداء سے اس وقت تک نقشۂ خاکی پر جو نت نئے آثار ہویدا ہو رہے

(۱)☆ "ٹھہاک" ہندی لفظ ہے، اس کے معنی ہیں، قہقہہ ہنسی، دھماکا۔ (مدیر)

ہیں، ان کی بوقلمونی ہی کچھ کم استعجاب آمیز نہیں ہے کہ ابھی جن کا ظہور ارژنگ سیاست کے پس منظر میں جنم لے رہا ہے۔ نہ جانے ان کی بدعت آفرینی کیا کچھ رنگ لائے گی۔ ملک سکرات کے دردناک عذاب میں مبتلا ہے۔ اس کی شریانیں فکر و عمل کے صالح خون سے محروم ہو چکی ہیں۔ اس کے جوارح میں زندگی دم توڑ رہی ہے۔ اس کی روح تمدن و معاشرت مضمحل ہے۔ اس کا نظامِ حیات کدورتِ فساد کی دلدلوں میں پھنسا پڑا ہے۔ اس کا مجروح کردار زخم سے گھاؤ اور گھاؤ سے ناسور بن کر خون کے سوتے بہا رہا ہے۔ معالج ششدر ہیں اور مریض متشوش ہے۔ مگر اس کے آس پاس بیکراں زندگی کی لہریں جولاں و رقصاں ہیں۔ اس لئے یاس و قنوط کا شکار نہ ہونا چاہیئے۔ البتہ ایک بقاء آمیز سہارا لازمی ہے۔ جس کی حیات آفرینی تہ نشیں کسل و پژمردگی کے آہنی پنجہ سے صحت و شگفتگی کو واپس چھین لے۔ ایک پر اعتماد سنبھالا غنیمت ہوگا۔ اور ہمیں وثوق ہے کہ ہمارے نباض و خدا شناس فنکار اس سنبھالے سے بھرپور فائدہ اٹھا کر اسے ایک ایسی حیات طیبہ مسترہ سے بدل ڈالیں گے۔ جو نہ صرف ملک بلکہ اس کرۂ ارضی کے لئے ایک مسلسل درخشانی اور دائمی مستقبل کی بنیاد ثابت ہوگی۔ اور اس انقلابی تعمیر میں امکانی سعی و تعاون کے لئے "ادارہ مستقبل" کا آغوش ہر اس خدا شناس مسلم ادیب، شاعر اور نقاد کے لئے وا ہے، جو ظلمات میں کرنوں کو ٹٹول لینے کا مشاق ہے اور ریگزاروں سے چشمے بہا لانے پر قادر ہے۔

سید ابوذر بخاری
امیر نادیۃ الادب اسلامی
قیم ادارہ "مستقبل" ملتان
۱۷۔ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ
۱۴۔ جولائی ۱۹۴۹ء

ماہنامہ "مستقبل" ملتان
جلد: ۱ شمارہ: ۲، ۳
شوال، ذوالقعدہ: ۱۳۶۸ھ
اگست، ستمبر: ۱۹۴۹ء

بقیہ از ص 14

احترام اعلانِ واشنگٹن کی اصل روح تھی اور اگر کشمیر تقسیم ہو جائے تو یہ اعلان واشنگٹن کے عین مطابق ہوگا۔ تقسیم کشمیر سے مسلمانوں کو کچھ نہ ملے گا۔ جو کچھ بھی لینا ہے وہ سری نگر اور گردو نواح میں موجود ۸۰ ہزار قادیانی لیں گے۔ ہم محض قادیانیوں پر لعن طعن کر کے تقسیم کشمیر کی بین الاقوامی سازش کو ناکام نہ بنا پائیں گے بلکہ اس سازش کو ناکام بنانے کے لئے ان مسلمان لیڈروں کا گریبان بھی پکڑنا ہوگا جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طریقے سے مغربی طاقتوں اور قادیانیوں کے ہاتھوں استعمال ہو رہے ہیں۔ کشمیر تقسیم ہو گیا تو سرینگر ائرپورٹ پر کھڑے اسرائیلی طیارے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے لئے ایک مستقل خطرہ بن جائیں گے۔ (بشکریہ "اوصاف" اسلام آباد ۲، ستمبر ۱۹۹۹ء)

پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

نعت

یوں مری اوقات سے بڑھ کر خدا سے مل گیا
جو نہ ملنا تھا مجھے ، ان کی دعا سے مل گیا

وادیٔ فردوس میں بھی جو نہ ملتا تھا مجھے
وہ سکونِ قلب شہرِ مصطفےٰ سے مل گیا

اجنبی رستے بھی بنتے جا رہے ہیں رہ نما
ان کے کوچے کا پتا بادِ صبا سے مل گیا

آسماں پر قدسیوں کے وہ مقدر میں کہاں
آفتاب رشد جو غارِ حرا سے مل گیا

اک نفس سے ہو گئے گل ، سب چراغِ کفر و شرک
زندگی کو رخ نیا کوہِ صفا سے مل گیا

جاں تو دے سکتے ہیں پر باطل سے دب سکتے نہیں
روشنی کا یہ اشارا کربلا سے مل گیا

جا سکا قدسی نہ تائب دیکھ، سدرہ سے پرے
ہم بشر کہتے ہیں جس کو وہ خدا سے مل گیا

○

شیخ حبیب الرحمن بٹالوی

نعت

بعد از خدا وہ سب سے بڑی ہستی کا وجود
ان پہ کروڑوں بار سلام اور ہوں درود

طائف، قبا و نمرہ و عرفات کا جہان
حضرت کا واں پہ نقش قدم، ہے خدا کی شان

دیدارِ بدر و احد و درِ مسکن بتول
وقت غروبِ شام، سر روضۂ رسول

بابِ النساء کے سامنے وہ جنت البقیع
رحمت تمام و عام تھی، اللہ ھوالسمیع

وہ جلوہ گاہ راحت و انوار کا وجود
تھی روشنی سلام کی اور بارشِ درود

مسجد بخاری چوک پہ آتا تھا جب بھی میں
بس حاضری سے کانپتا جاتا تھا تب بھی میں

اک بندۂ حقیر، کجا نورِ مصطفےٰ
رحمت کے موتی عام تھے میں رولتا رہا

گذرے دنوں کی بات ہے لاؤں کہاں سے میں
وہ موسم بہار تھا، پاؤں کہاں سے میں

میری دعا قبول خدائے مجیب ہو!
پھر حاضری دیارِ نبی کی نصیب ہو!

سید محمد یونس بخاری

یا سید ابرار

ہوں گرچہ بہت مفلس و ناچار و گنہگار — یا سید ابرار
دل آپ کی بے پایاں محبت سے ہے سرشار — یا سید ابرار
اس دورِ بلا خیز میں یہ حرص کی دلدل — سوچوں میں ہے ہلچل
ہر شخص ہے بس اپنے ہی آلام سے دو چار — یا سید ابرار
اک کربِ مسلسل میں ہے الجھی میری ہستی — اجڑی ہوئی بستی
اغراض کی زنجیر میں جکڑے ہوئے افکار — یا سید ابرار
ہر چند کہ میں دور ہوں اس پاک وطن سے — فردوسِ زمن سے
ہر آن جہاں ہوتی ہے اک بارشِ انوار — یا سید ابرار
پھر بھی ہوں عجب مستِ مئے عشقِ رسالت — کیسی بھی ہے حالت
اک نگہ کرم نگہ کرم کا ہوں طلبگار — یا سید ابرار
عقبیٰ میں مری سرخروئی کا ہے وسیلہ — ہاں ہاں یہی حیلہ
ٹھہروں میں اگر اذنِ زیارت کا سزاوار — یا سید ابرار
اعمال میں بخشش کی نہیں کوئی علامت — ہے سخت ندامت
امید کا مرکز ہے مگر آپ کا دربار — یا سید ابرار
جب آپ کی رحمت میں کمی کوئی نہیں ہے — یونس کو یقیں ہے
مٹ جائیں گے سب صرصرِ افلاس کے آثار — یا سید ابرار

قلم کمان حامد میر

تقسیم کشمیر کا قادیانی پلان

سیاسی سمجھ بوجھ رکھنے والے اہل فکر و نظر کے لئے یہ راز اب راز نہیں رہا کہ مغربی طاقتیں مسئلہ کشمیر کو حل کرنے کے نام پر ایک ایسا منصوبہ تیار کئے بیٹھی ہیں جس کا اصل مقصد کشمیر کی تقسیم ہے۔ یہ تقسیم صرف اور صرف بھارت کے مفاد میں ہو گی۔ تقسیم کشمیر کا یہ منصوبہ نیا نہیں بلکہ بہت پرانا ہے۔ اس پرانے منصوبے کو نئے رنگ و روغن کے ساتھ قابل عمل بنانے کے لئے کچھ ایسی طاقتیں بھی سرگرم ہیں جن کا بظاہر کشمیر سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ ایسی ہی ایک طاقت قادیانی جماعت بھی ہے جو ان دنوں مقبوضہ کشمیر میں خاصی سرگرم ہے۔ پاکستان میں موجود قادیانی حضرات یقیناً میرے نکتہ نظر سے اختلاف کریں گے لیکن میں اپنی گزارشات ٹھوس تاریخی و واقعاتی شہادتوں کی مدد سے پیش کر رہا ہوں کیونکہ مقبوضہ کشمیر میں سرگرم قادیانیوں کے اسرائیل سے روابط اب ڈھکے چھپے نہیں رہے۔ تقسیم کشمیر کی سازشوں پر غور کرنے سے پہلے کشمیر میں قادیانیوں کی دلچسپی کی وجوہات جاننا بہت ضروری ہیں۔

مسلمانوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ ہے کہ وہ دنیا میں دوبارہ آئیں گے لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آنے والا مسیح میں ہوں۔ اپنے جھوٹے دعوے کو سچ ثابت کرنے کے لئے قادیانی دعویٰ کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتقال کشمیر میں ہوا اور ان کی قبر سری نگر کے قریب واقع ہے۔ قادیانیوں نے اس سلسلے میں ایک برطانوی مصنف سے انگریزی میں کتاب لکھوائی جس کا عنوان "مسیح کشمیر میں فوت ہوئے" ہے۔ اس کتاب میں دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے بعض قبائل بھی کشمیر آ گئے تھے اور کشمیری بٹ، گابا، کچلو، ماتری، میر، پنٹو، نہرو سمیت کئی ذاتوں کا تعلق بنی اسرائیل کے بعض قبائل سے ہے۔ قادیانی گزشتہ ایک سو سال سے کشمیر میں اپنے قدم جمانے کی کوشش میں ہیں اور اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ مسیح اوّل کشمیر میں دفن ہے جبکہ مسیح موعود کے دم سے کشمیر ایک مثالی ملک بنے گا۔ مرزا غلام احمد نے مہاراجہ پرتاب سنگھ کے دور میں اپنے ایک پیروکار حکیم نورالدین کو ریاستی مشیر بنوایا اور کشمیر میں اپنا کام شروع کیا لیکن ۱۸۹۲ء میں مہاراجہ پرتاب سنگھ نے حکیم نورالدین کو ریاست سے نکال دیا کیونکہ وہ تمام اہم عہدوں پر قادیانیوں کو فائز کروا رہا تھا۔

قادیانیوں نے کشمیر میں گھسنے کی دوسری کوشش ۱۹۳۱ء میں کی جب مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا بشیر الدین کشمیر کمیٹی کا سربراہ بن بیٹھا۔ علامہ اقبال بھی کشمیر کمیٹی کے رکن تھے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ مرزا بشیر الدین کشمیر کی آزادی کی بجائے وہاں قادیانیت کی تبلیغ کے لئے سرگرم ہے تو انہوں نے کشمیر

کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ جسٹس (ر) جاوید اقبال "زندہ رود" میں لکھتے ہیں کہ قادیانیوں نے "تحریک کشمیر" کے نام سے ایک الگ جماعت بنا کر اقبال کو اس کا صدر بنانا چاہا لیکن شاعر مشرق نے فرمایا کہ قادیانی اپنے امیر کے سوا کسی کے وفادار نہیں"۔ ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہند کے لئے انگریزوں کا مقرر کردہ حد بندی کمیشن گورداسپور پہنچا تو قادیانیوں کی بڑی تعداد نے خود کو مسلمانوں سے علیحدہ ظاہر کیا اور مسلمانوں کا تناسب کم کروا دیا۔

گورداسپور بہت اہم ضلع تھا کیونکہ یہ بھارت اور کشمیر میں واحد زمینی رابطہ تھا۔ قادیانیوں کی ملی بھگت سے انگریزوں نے گورداسپور بھارت کے حوالے کر دیا۔ بھارت نے گورداسپور کے راستے سرینگر پر قبضہ کیا تو کشمیریوں نے جہاد شروع کر دیا۔ ۴۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء کو ایک کشمیری قادیانی گلکار نے راولپنڈی میں جمہوریہ آزاد کشمیر کا اعلان کیا اور خود آزاد کشمیر کا صدر بن بیٹھا۔ گلکار نے ۱۳ رکنی کابینہ کا اعلان بھی کیا جس میں آدھے قادیانی تھے اور شیخ عبداللہ کے پاس سرینگر پہنچ گیا لیکن مجاہدین نے زور پکڑا تو گلکار پس منظر میں چلا گیا۔ مجاہدین نے کشمیر کے کئی علاقے فتح کر لئے تو پاکستانی فوج کے انگریز کمانڈر انچیف جنرل گریسی نے قادیانیوں پر مشتمل فرقان رجمنٹ تشکیل دے کر جموں کے محاذ پر بٹھا دی۔ یہ بٹالین ریاست جموں و کشمیر پر قادیانی جھنڈا لہرانے کے لئے قائم ہوئی لیکن اس کے جوان کچھ نہ کر سکے کیونکہ قادیانیوں کے مذہب میں جہاد کی کوئی گنجائش نہیں۔ ۱۹۱۲ء میں انکشاف ہوا کہ اسرائیلی فوج سینکڑوں قادیانیوں کو تربیت دے رہی ہے۔ اسرائیل اور قادیانیوں کی قربت کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اسرائیل میں قادیانیوں کے دفاتر کئی دہائیوں سے کام کر رہے ہیں۔ قادیانی کشمیریوں کو یہودی النسل قرار دے کر اسرائیل کی ہمدردیاں حاصل کر چکے ہیں اور لندن میں بیٹھے ہوئے قادیانی دانشور اسرائیل کی مدد سے کشمیر میں خوب کام کر رہے ہیں۔ انتہائی باخبر ذرائع کے مطابق قادیانیوں کی سرگرمیوں کا مرکز سرینگر ہے اور وہ خود مختاری کے نظریئے کو فروغ دے رہے ہیں۔ اس نظریئے کا مقصد متحدہ جموں و کشمیر کی خود مختاری نہیں بلکہ صرف اور صرف وادی کی خود مختاری ہے۔ لندن میں سرگرم قادیانی دانشوروں کی کوشش ہے کہ بھارت مقبوضہ جموں و کشمیر میں ضلع وار ریفرنڈم پر آمادگی ظاہر کر دے۔ ضلع وار ریفرنڈم کی تجویز اقوام متحدہ کے ایک نمائندے مسٹر ڈکسن نے ۱۹۵۰ء میں بھی پیش کی تھی۔ اس وقت پنڈت نہرو نے اس منصوبے کی حمایت اور لیاقت علی خان نے مخالفت کی تھی۔ ۴۹ سال بعد قادیانی دانشور ایک دفعہ پھر اس منصوبے کو سامنے لا رہے ہیں۔ ضلع وار ریفرنڈم سے لداخ اور جموں بھارت کے پاس جائیگا، آزاد کشمیر پاکستان کے پاس رہے گا اور سرینگر خود مختار بن جائیگا جہاں قادیانی اقتدار میں شامل ہو کر بھارت کے ساتھ جاملیں گے۔ یہ منصوبہ امریکہ کو قبول ہے کیونکہ کنٹرول لائن متاثر نہیں ہو گی۔ یاد رہے کہ کنٹرول لائن کا

بقیہ ص 10 پر

مولانا زاہدالراشدی

مولانا ظفر علی خان اور شورش کاشمیری کے صحافتی کردار کا تسلسل

گزشتہ دنوں مسلم ٹاؤن لاہور میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے دفتر میں ہیومن رائٹس فاؤنڈیشن آف پاکستان کی مرکزی کمیٹی کا اجلاس تھا۔ یہ فاؤنڈیشن چند ہم خیال دوستوں نے انسانی حقوق کے حوالے سے اسلامی تعلیمات و احکام کو اجاگر کرنے اور انسانی حقوق کے نام پر اسلام اور پاکستان کے مفاد کے خلاف کام کرنے والی این جی اوز کو بے نقاب کرنے کے لیے چند ماہ قبل قائم کی تھی اس کے چیئرمین لاہور ہائی کورٹ کے وکیل چوہدری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ اور سیکرٹری جنرل سیالکوٹ کے پروفیسر شجاعت علی مجاہد ہیں۔ اول الذکر کا تعلق احرار سے ہے اور ثانی الذکر بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور دونوں تحریک ختم نبوت کے سرگرم کارکنوں میں سے ہیں جبکہ ان کے علاوہ دیگر عہدیداروں اور مرکزی کمیٹی کے ارکان میں لاہور سے میاں اویس احمد، جناب سیف اللہ خالد اور گلزار احمد ایڈووکیٹ، چیچہ وطنی سے عبداللطیف خالد چیمہ، جوہر آباد سے جناب عبدالرشید ارشد اور پتوکی سے خالد لطیف گھمن کے علاوہ گوجرانوالہ سے راقم الحروف کے نام بھی شامل ہیں اور اس کا دفتر ۱۳ فیروز پور روڈ لاہور میں یکم اکتوبر سے باقاعدہ کام کا آغاز کر رہا ہے۔

اجلاس کے دوران جناب حامد میر کا وہ کالم بھی زیر بحث آیا جو اسی روز ''اوصاف'' میں چھپا تھا اور جس میں انہوں نے قادیانی حلقے کی اس پیش کش کا ذکر کیا ہے کہ اگر پاکستان کی قومی اسمبلی انہیں غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے پر نظر ثانی کر لے تو پاکستان کے ذمہ بیرونی قرضوں کی ادائیگی کا اہتمام ہو سکتا ہے۔ احباب نے حامد میر کی دینی حمیت پر مسرت کا اظہار کیا اور ایک دوست نے کہا کہ یہ تائید غیبی ہے کہ قومی صحافت میں حامد میر نے حق اور اہل حق کی ترجمانی کا پرچم بلند کر رکھا ہے اور پورے حوصلہ اور استقامت کے ساتھ اسے بلند تر کرتے چلے جا رہے ہیں اس پر راقم الحروف نے عرض کیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا تکوینی نظام ہے کہ وہ ہر دور میں اس زمانے کی ضروریات کے مطابق ہر شعبہ میں حق کی نمائندگی کے لیے کسی نہ کسی شخص کو کھڑا کر دیتے ہیں ہماری قومی صحافت کی تاریخ اس حوالہ سے مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان اور شورش کاشمیری رحمھم اللہ جیسے اصحاب عزیمت کے روشن کارناموں سے مزین ہے۔

مولانا محمد علی جوہر رحمہ اللہ کا ''کامریڈ'' اور مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کا ''الہلال'' ایک دور میں ہماری ملی امنگوں اور جذبات کی علامت ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں میں ملی حمیت کا جذبہ بیدار رکھنے اور انہیں عالمی استعمار کی سازشوں سے خبردار کرنے میں جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا ایک ناقابل فراموش باب ہے انہوں نے ملت اسلامیہ کو داخلی محاذ پر درپیش فتنوں کی طرف رخ نہیں کیا اور اپنی تمام تر توجہ خارجی محاذ پر مرکوز رکھی مگر مولانا ظفر علی خان اور شورش کاشمیری رحمھم اللہ نے داخلی محاذ پر بھی بھرپور کردار ادا کیا۔ قادیانی فتنہ کو بے نقاب کرنے میں ''زمیندار'' اور ''چٹان'' کی خدمات سے کون ناواقف ہے؟ اور پھر آغا شورش

کاشمیری رحمہ اللہ کی یہ جدوجہد ہماری فکری تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے کہ انہوں نے علامہ اقبال کے فکر و فلسفہ کو دین بے زار دانشوروں کا یرغمال بننے سے بچایا اور تحریک آزادی کے مجاہدین کی کردار کشی کرنے والوں کے سامنے خود ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے۔

مولانا ظفر علی خان رحمہ اللہ کا تعلق میرے علاقے سے ہے میری پیدائش گکھڑ کی ہے جبکہ مولانا مرحوم کا گاؤں ''کرم آباد'' وزیر آباد سے دو میل کے فاصلے پر ہے مگر میں نے انہیں دیکھا نہیں صرف پڑھا ہے اور ایک زمانے میں بہت پڑھا ہے البتہ شورش کاشمیری رحمہ اللہ کو دیکھا بھی ہے سنا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے ان کے ساتھ تحریک ختم نبوت کے کئی مراحل میں شرکت کا موقع بھی ملا ہے اور ان کے جلوسوں میں بازو لہرا لہرا کر نعرے بھی لگائے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی آج زندہ ہوتا تو وہی کچھ لکھتا جو حامد میر لکھ رہے ہیں اور وہی کچھ کرتا جو حامد میر کر رہے ہیں۔

آج جبکہ عالمی استعمار اور مجاہدین اسلام کے درمیان تاریخی معرکہ کے آخری راؤنڈ کا بگل بج چکا ہے اور امریکہ کی قیادت میں پوری دنیائے کفر بوریا نشین اور حریت پسند ملاؤں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے کیل کانٹوں سے لیس ہو کر میدان جنگ اتری ہوئی ہے میرے جیسے نظریاتی کارکنوں کو ایک عدد ظفر علی خان اور شورش کاشمیری کا انتظار تھا جو قافلہ حق کا حدی خواں ہو اور باطل کو انہیں کے بے لچک لہجے میں للکارنے لگتا ہے کہ حامد میر کی صورت میں ظفر علی خان اور شورش کاشمیری کے صحافتی کردار کا تسلسل ایک بار پھر قائم ہو رہا ہے اور میں اس کے لیے بارگاہ ایزدی میں سراپا تشکر ہو کر حامد میر کی ثابت قدمی اور استقامت کے لیے دعاگو ہوں۔ آمین یارب العالمین۔

بقیہ از ص 30

(۳) ارتداد کے بعد مرتد کافر اپنے والد کی میراث سے محروم ہو جاتا ہے۔ گویا اس حدیث کی روشنی میں کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہو سکتا۔ کافر کے ساتھ تو معاشرتی اور تجارتی تعلقات رکھے جا سکتے ہیں۔ مگر جو مرتد ہو اس سے سماجی تعلقات رکھنا بھی جائز نہیں۔ کیونکہ ارتداد کے بعد وہ درخت سے ٹوٹا ہوا ایسا پتہ ہے یا ایسی شاخ ہے کہ اب اس قابل نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دشمن سے دوستی یا تعلقات رکھے جا سکیں۔

یاد رکھیں کہ ارتداد کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے۔ ارتداد کی مختلف شکلیں ہیں۔ بعضوں کا تعلق ایمان اور اسلام کے ساتھ ہے۔ مثلاً اللہ کی ذات و صفات میں کا انکار، سنت نبوی کی حجیت کا انکار، فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قطعی انکار، ختم نبوت کا منکر، عبادات میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار اس طرح اللہ کی حلال چیزوں کو حرام یا حرام چیزوں کو حلال یا دونوں کے فرق کو ختم کر کے یہ کہنا کہ حلال و حرام کی تمیز یا فرق کو نہیں مانتا۔ ضروریات دین کا اور آخرت کا انکار یا جنت و جہنم کے وجود کا انکار، ان سب امور میں کسی ایک کا انکار بھی ارتداد ہے۔ جو موجبات کفر میں سے ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت کا انکار بھی موجب کفر میں سے ہے۔

مولانا محمد مغیرہ

چناب نگر میں ایک قادیانی مبلغ سے میری پہلی ملاقات

دو سال پہلے کی بات ہے، میں اپنی جماعت مجلس احرار اسلام کے مرکز مسجد احرار میں اپنی ذمہ داریوں میں مشغول تھا۔ گرمیوں میں جمعہ کے دن تقریباً آٹھ بجے، مدرسہ کے بچوں نے مجھے کہا کہ باہر دروازہ پر دو آدمی موٹر سائیکل سوار آپ کو بلا رہے ہیں جس پر میں نے بچوں سے کہا کہ انہیں کہو اندر آجائیں۔ میرا یہ پیغام لیکر ایک بچہ گیٹ کی طرف دوڑا کہ مجھے کسی نے کہا یہ تو مرزائی معلوم ہوتے ہیں۔ میں پہلے ہی بازار سے سبزی لینے کی غرض سے تیار تھا۔ یہ سنتے ہی کہ مرزائی محسوس ہوتے ہیں۔ موٹر سائیکل اسٹارٹ کر کے گیٹ کی طرف چل دیا۔ میرا یہ خیال تھا کہ کسی آدمی کا پوچھتے ہونگے ان کا ہم سے کیا کام، نہ لین نہ دین۔ میرا موٹر سائیکل چند قدم گیٹ کی طرف چلا ہی تھا کہ بچے کے ذریعہ اندر آنے کا پیغام سن کر دونوں مرزائی موٹر سائیکل سوار مسجد کے بالکل قریب آگئے۔ آتے دیکھ کر میں نے موٹر سائیکل روکا رسمی تعارف کے بعد ان کا مقصد پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پاس ہومیو پیتھک ادویات ہیں۔ ادھر بستی میں تقسیم کرنے کی غرض سے آئے تھے تو مدرسہ کے بچوں کو دیکھ کر خیال ہوا کہ اگر مدرسہ والوں کو طلبہ کے لیے ضرورت ہو تو ادویات پیش کر دیتے ہیں۔ جس پر میں نے نہایت ہی اچھے انداز سے انکار کر دیا کہ ہمارے پاس طلبہ کی عمومی ضرورت کے لیے ادویات موجود ہیں، ہمیں ضرورت نہیں۔ مگر محسوس ہوا کہ ادویات کا بہانہ بنا کر کسی اور غرض سے آئے تھے۔ میں نے ابھی ادویات کے وصول کرنے سے انکار کیا ہی تھا کہ اس نے بڑے پھرتیلے پن کا مظاہرہ کرتے ہوئے چالاکی سے بات کر دی کہ جی اگر آپ مناسب جانیں تو باہمی نزاعی مسائل پر افہام و تفہیم کے ساتھ بات کر لیں ہو سکتا ہے ہم آپ کو یا آپ ہمیں سمجھانے میں کامیاب ہو جائیں اور ہمارا بھلا ہو جائے۔ ہم نے بھی مرنا ہے ہم بھی چاہتے ہیں کہ کوئی اچھا آدمی مل جائے جو اچھے انداز سے بات سمجھا دے۔ الفاظ بڑے پر فریب تھے اور میری کسی مرزائی سے یہ پہلی ملاقات تھی۔ میں نے کہا آپ کس مسئلہ پر گفتگو کرنا پسند کریں گے۔

حیات و وفات مسیح، اجراء نبوت، مرزا صاحب کے سچے جھوٹے ہونے پر، یہ تین مضمون ہیں باہمی نزاعی جو زیادہ مشہور ہیں۔ وہ جھٹ بولا کہ ہماری خواہش ہے کہ ایسی گفتگو ہو جو ہماری زندگی کی مثالی گفتگو ہو۔ مرزا صاحب کو آپ برا کہیں گے ہم آپ سے الجھ پڑیں گے بہتر ہے ایسا موضوع جس کا سارا تعلق قرآن و حدیث سے ہو جن کی حقانیت کو آپ بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہم بھی۔ اس لئے بہتر ہے اب حیات و وفات مسیح پر گفتگو کر لیں پھر کبھی اجراء نبوت پر گفتگو کر لیں گے۔ میں نے کہا جائیں تیاری کر کے آجائیں آج جمعہ ہے میں بھی معروف ہوں مگر انہوں نے کہا کہ ہم تیار ہیں آپ مہربانی فرما کر آج ہی موقع دیں۔ زندگی کا کوئی پتہ نہیں ہم کافر نہ مریں یہ واقعی الفاظ نہایت ہی پر فریب تھے۔ مگر چونکہ میں ایک عرصہ

سے اس موقع کا متلاشی تھا اسے غنیمت جانتے ہوئے دفتر میں انہیں بٹھانے کا انتظام کیا وضو کر کے قرآن پاک ہاتھ میں لیا اللہ سے دعا کی۔ دفتر میں انکے پاس آ بیٹھا۔ انہوں نے بڑی بے تکلیفی سے ایک بات کر دی۔ ہم علماء سے گفتگو کرتے ہیں تو علماء برا بھلا کہتے ہیں جس سے گفتگو بے مزہ ہو جاتی اور ختم کرنا پڑتی ہے۔ میں نے کہا کہ آپ فکر نہ کریں۔ گالی تو کیا ہم ان شاء اللہ گفتگو میں بھی تلخی نہیں آنے دیں گے۔ ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ آپ یہ بھی مہربانی فرمائیں کہ کوئی بات مرزا صاحب کی جو آپ کے خیال میں آپ کی تائید میں ہو پیش نہ کریں۔ گویا یہ شرط بےحد نقصان دہ تھی اور غیر مناسب بھی مگر میں نے ان کی اس بات کو بھی بخوشی قبول کر لیا۔ وہ کہنے لگا کہ چونکہ میں زیادہ عالم نہیں ہوں صرف کچھ نہ کچھ قرآن کا ترجمہ جانتا ہوں اس لئے آپ اس موضوع پر دوران گفتگو حدیث پیش نہیں کریں گے کہ میں جانتا نہیں ہوں اور صرف گفتگو میں حوالہ کا دائرہ کار قرآن پاک تک محدود رہے میں نے یہ بات بھی مان لی کہ قرآن کے علاوہ کوئی حوالہ پیش نہیں کیا جائیگا گویا کہ یہ شرط ماننا اصول فن مناظرہ کے یکسر خلاف تھی میں نے اس کو بھی مان لیا مگر اس کا مجھے اس وقت افسوس ہوا جب اس نے تعارف میں اپنا جماعت احمدیہ کا مبلغ ہونا بتایا کہ وہ ایک طویل عرصہ سے تبلیغ احمدیت کا کام کر رہا ہے تاہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور دین حق کی سچائی کو سامنے رکھتے ہوئے ان سے گفتگو کا آغاز کر دیا۔

میں نے ان سے کہا کہ گفتگو کا آغاز کریں مگر اس کا اصرار تھا کہ میں آغاز کروں مگر میں نے ان سے کہا کہ گفتگو کے آغاز کا حق آپ کا ہے کیونکہ آپ اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ تھے۔ اور ہم بھی ان کا زندہ ہونا مانتے ہیں۔ جب کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ جس کے ہم انکاری ہیں چونکہ آپ ان کی وفات کے مدعی ہو اور مدعی کا حق ہے کہ وہ اپنا دعویٰ پیش کرے اس لئے آپ گفتگو کا آغاز کریں۔ جس کا توڑ میں کر سکا تو فبہا ورنہ آپ کا دعویٰ سچا۔ جس پر مجبوراً اس نے گفتگو کا آغاز حسب روایت اس آیت سے کیا اذقال اللہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی (پ۳ سورہ آل عمران) سے کیا اور اس پر ایک لمبی چوڑی نہ ختم ہونے والی تقریر شروع کر دی اور زور دینا شروع کر دیا کہ "انی متوفیک" کا معنی ہے میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور ساتھ ہی اس نے بخاری شریف کا حوالہ دیدیا کہ بخاری شریف میں بھی اس کا معنی مُمیتک کیا گیا ہے جس کا معنی ظاہر ہے مارنا ہی ہے اور مختلف انداز سے اپنے تئیں بھرپور طریقہ سے جتن کیئے کہ اس کا معنی موت ہی ہے۔ کافی دیر کے بعد گفتگو اختتام کو پہنچی مگر میں نے کہا کہ اس پر آپ کچھ اور بھی فرمانا چاہیں تو آپ بلا روک ٹوک اور بلا جھجھک کہہ سکتے ہیں وقت کا کوئی مسئلہ نہیں میں نے ایک اچھے سامع ہونے کی حیثیت سے اس کی گفتگو کو سنا جوابی کارروائی میں کوئی عجلت نہ کی اور اس کی گفتگو کے ساتھ ساتھ ایسے الفاظ بولتا رہا جس سے محسوس ہو کہ میں اس کی گفتگو کی تائید کر رہا ہوں۔ جب اس نے گفتگو ختم کی تو ایک دفعہ پھر میں نے اُسے کہا اس پر آپ کچھ اور فرمانا چاہیں تو اب بھی آپ کو بلا تکلف اختیار ہے۔

میری خواہش تھی کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اگل دے اور اس کے پاس کچھ باقی نہ رہے مگر اس نے کہا کہ بس جی میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اب آپ فرمائیں۔ میں نے کہا آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔ اس نے کہا نہیں جی مجھے کیا اعتراض ہے۔ میں نے کہا میں نے آپ کو گفتگو کے درمیان پریشان تو نہیں کیا اس نے کہا نہیں جی۔ میں نے کہا آپ گفتگو کر کے خوش ہوئے ہیں یا نہیں اس نے کہا میں آج بڑا ہی خوش ہوں۔ کئی علماء سے بات ہوتی ہے مگر مجھے اتنا کھل کر بات کرنے کا موقع کبھی نہیں ملا۔ میں نے کہا کہ کیا آپ سمجھتے ہیں جو کچھ آپ نے کہا ہے آپ کا موقف واضح کرنے کے لیے کافی ہے اس نے کہا جی بالکل واضح طور پر قرآن نے کہہ دیا ہے کہ عیسٰی فوت ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا ابھی جو آپ نے ترجمہ کیا ہے وہ کیا ہے۔ کہنے لگا وہی جو پہلے عرض کر چکا ہوں کہ عیسٰی فوت ہو گئے ہیں۔ میں نے کہا اگر یہی آیت جس کو آپ نے اپنے موقف پیش کرنے کیلئے بھر پور انداز میں پیش کیا ہے اپنے معنی کے اعتبار سے آپ کے مخالف ہو جائے تو آپ کو اعتراض تو نہیں۔ کہنے لگا یہ کیسے ہو سکتا ہے اس کا درست ترجمہ وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے۔ میں نے کہا آپ مجھے اجازت تو عنایت فرمائیں کہ میں بھی قرآن کے ان الفاظ سے پوچھ لوں کہ تو خود بتا تیرے معنی کیا ہیں۔ اس نے بڑے بوجھل ہو کر کہا کہ چلو جی آپ اس کا ترجمہ اور معنی کریں جس پر راقم نے کہا کہ جناب میں محسوس کرتا ہوں کہ آپ جوابی کارروائی بخوشی سننے کیلئے تیار نہیں چونکہ آپ میرے مہمان ہیں اور آپ کو کسی صورت بھی سنجیدہ خاطر دیکھنا نہیں چاہتا اور بے تکلفی سے کچھ اور باتیں کرنا شروع کر دیں تھوڑی دیر بعد اس نے خود ہی کہا کہ مولانا ہم تو آپ سے کچھ سمجھنے کے لیے آئے تھے مگر آپ نے بات ہی ختم کر دی جس پر راقم نے کہا کہ چونکہ آپ میری طرف سے جوابی کارروائی بخوشی سننے کیلئے تیار نہیں ہیں اس لیے میں نے خاموشی اختیار کر لی اسی اثنا میں مدرسہ کے طلبہ کچھ مشروب لیکر آ گئے اور میں ان کو پلانے کے ساتھ ساتھ مزاح کا اظہار بھی کرتا رہا۔ چونکہ آپ گفتگو کر کے گرم ہو گئے تھے کچھ ٹھنڈے ہو جائیں میں بات شروع کرتا ہوں اور وہ خوشی خوشی مشروب پینے لگے۔ ان کے مشروب پینے کے دوران میں نے اپنی جوابی گفتگو ترتیب دے لی وہ جب مشروب سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا اگر آپ بخوشی اجازت دیں تو میں اپنی بات شروع کروں ان کی طرف سے بخوشی اجازت کے الفاظ سن کر میں نے اپنی گفتگو اس انداز سے شروع کی۔

پہلی بات: آپ نے مجھے پابند کیا تھا کہ میں گفتگو میں حدیث پیش نہیں کرونگا اور صرف قرآنی آیات پر گفتگو میں اکتفا کیا جائے گا جبکہ آپ نے خود بخاری شریف کی حدیث اپنی گفتگو میں حوالہ کے طور پر پیش کر دی ہے جس سے مجھے انکار تو نہیں ہے مگر آپ نے عہد شکنی کی ہے۔

دوسری بات: آپ واقعی جماعت احمدیہ کے مبلغ ہیں تو ظاہر ہے کچھ نہ کچھ تو گرامر کے ساتھ آپکو واقفیت ہو گی (اس نے کہا جی ہاں)

میرا سوال ہے کہ مُتَوَفِّیکَ میں لفظ متوفی کیا ہے؟ اسم فاعل ہے یا اسم معفول

تیسری بات: متوفی کا آپ نے جو معنٰی بیان کیا ہے کہ وہ فوت ہوگئے ہیں یہ حقیقی معنی ہے یا مجازی؟
مرزائی: متوفی اسم فاعل ہے۔ دوسرا یہ کہ متوفی کا معنی وفات ہی ہے جو حقیقی معنی ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے قرآن میں ہی اگر ہمیں حقیقت نہ ملے تو پھر کہاں سے حقیقت تلاش کریں گے

راقم: آپ نے کہا کہ متوفی اسم فاعل کا صیغہ ہے اسی بات سے ہی مسئلہ حل ہوتا معلوم ہو رہا ہے۔ مہربانی فرما کر اس لفظ متوفی کا اسم فاعل کے اعتبار سے لفظی ترجمہ کریں

مرزائی: سنیں میں ترجمہ کرتا ہوں "متوفیک" میں تجھے (اے عیسٰی) وفات دینے والا ہوں، موت دینے والا ہوں اور موت کے معنی حدیث بخاری نے واضح کر دیئے

راقم: جناب ابھی تک تو لفظی ترجمہ جو کچھ آپ نے کیا ہے اسی کے مطابق ہی بات ہو رہی ہے حقیقی معنی کی طرف میں نہیں جا رہا۔ آپ کے اپنے کیے ہوئے اسم فاعل کے معنی کے مطابق ہی بات کر رہا ہوں آپ نے کیا معنی کیے۔

مرزائی: میں تجھے وفات دینے والا ہوں

راقم: یہ جو آپ نے معنی کیا ہے یہ بالکل سچ ہے ناں؟

مرزائی: بالکل اسم فاعل میں اسکا یہی معنی ہوگا

راقم: ایک اور وضاحت فرما دیں کہ اسم فاعل میں زمانہ کونسا پایا جاتا ہے

مرزائی: اسم فاعل میں تو جناب مستقبل کا زمانہ پایا جاتا ہے

راقم: اچھا پھر آپ اسکا دوبارہ ترجمہ کریں

مرزائی: کوئی حرج نہیں آپ جتنے دفعہ کہیں ترجمہ کرونگا۔
اس کا ترجمہ ہے میں تجھے وفات دینے والا ہوں

راقم: آپ نے فرمایا کہ اسم فاعل میں مستقبل کا زمانہ پایا جاتا ہے تو آپ توجہ فرمائیں مگر ایک سوال کا جواب دیں کہ قرآن پاک اوّل زمانہ سے اب تک سچائی پر مبنی گفتگو کرتا ہے یا زمانہ کے تغیر سے اس کی سچائی میں کوئی فرق پڑ جاتا ہے؟

مرزائی: ہاں جناب اوّل زمانہ سے قیامت تک اس میں سچائی کے سوا اور کچھ نہیں۔

راقم: جناب پھر تو بات واضح ہوگئی کہ قرآن پاک اوّل زمانہ سے آخر تک سچائی ہی سچائی ہے اور اسم فاعل میں زمانہ مستقبل پایا جاتا ہے اور متوفی اسم فاعل کا صیغہ ہے تو بات تو ختم ہوگئی دیکھو آپ کے کیئے ہوئے معنی کے مطابق قرآن کہہ رہا ہے اے عیسٰی میں تجھے وفات دینے والا ہوں یا موت دینے والا ہوں جو ایک قسم کا وعدہ ہے اس وعدہ کو اللہ نے کب پورا کیا اس کا ثبوت قرآن سے ابھی پیش کر دیں اور الفاظ ہوں جس کا معنی ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے عیسٰی کو وفات دے دی یا موت دے دی تو پھر آپ کی بات سچی کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہوگئے اگر نہیں تو جناب آپ نے خود ہی تو فرمایا ہے کہ قرآن سچا ہے اور

قرآن میں لفظ متوفی اسم فاعل کا صیغہ ہے جس میں مستقبل کا معنی پایا جاتا ہے اس لئے قرآن کے الفاظ پر توجہ فرمائیں تو قرآن صاف کہہ رہا ہے کہ عیسٰی فوت ہوئے نہیں بلکہ فوت ہونے والے ہیں۔ جیسے آپ ابھی میرے پاس موجود ہیں اور میں آپ سے کہوں کہ آپ جانے والے ہیں اس کا مطلب یہ کب ہے کہ آپ چلے گئے ہیں۔ ایسے ہی اس مذکورہ آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسٰی تو فوت ہونے والا ہے (ابھی فوت ہوا نہیں) اگر آپ کے پاس کوئی قرآنی آیت ہو (جو میرے علم میں نہیں ہے) جس میں اللہ نے ماضی کا صیغہ بول کر فرمایا ہو کہ عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں تو آپ کی بات ماننے کو تیار ہوں

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے بڑے زور و شور سے کہا ہے کہ متوفی کا معنٰی وفات دینے والا حقیقی معنی ہے۔ یا تو آپ لکیر کے فقیر ہیں اور سنی سنائی پر زندگی گزار رہے ہیں اپنی کوئی تحقیق نہیں یا تجاہل سے کام لے رہے ہیں۔ یہ کس نے کہا ہے کہ متوفی کا حقیقی معنی وفات ہی ہے۔ اب آئیے قرآن کی ایک دوسری آیت سے وضاحت کرالیں کہ متوفی میں موت وفات کا معنی کرنا درست ہے یا نہیں۔ یہ دیکھو چوتھا پارہ سورۃ آل عمران آیت ۱۸۵ الفاظ ہیں تو فون اجورکم یوم القیمۃ ترجمہ (اس کا آپ ترجمہ کریں، اس نے کہا آپ خود ہی کریں جی ہمیں اعتماد ہے)

چلو سنو اگر اعتراض ہو تو بول دینا ترجمہ ہے: "تمہیں پورے بدلے ملیں گے یا اجر دیئے جائیں گے قیامت کے دن" اس آیت میں لفظ "توفون" اور "متوفی" میں صرف فرق یہ ہے کہ وہ مضارع ہے اور متوفی اسم فاعل ہے۔ ایک ہی باب ہے اور ایک ہی مادہ ہے۔ اگر آپ کے بتائے ہوئے معنی کے مطابق ترجمہ کریں تو ترجمہ کچھ اس طرح ہوگا "مار دیئے جائیں گے قیامت کے دن تمہارے اجر" تو پھر توجہ طلب بات یہ ہے کہ اگر ہمارے قیامت کے دن اعمال ختم ہو جائیں گے اور پھر مار دیئے جائیں گے تو ہماری تو دنیا بھی گئی اور آخرت بھی۔

دوسری آیت...... وھوالذی یتوفکم بالیل: اسکا صحیح ترجمہ یہ ہے.... "وہی ہے اللہ جو رات کو تمہیں سلا دیتا ہے" (سورۃ انعام آیت ۶۰) اس جگہ بھی وہی بات ہے جو پہلے گذری کہ متوفی کا مادہ اور یتوفی کا مادہ باب ایک ہے فرق صرف یہ ہے کہ متوفی اسم فاعل ہے یتوفی فعل مضارع ہے۔ معنی اس آیت میں اگر آپ کے خیال کے مطابق کریں تو معنی اس کا کچھ اس طرح بنے گا کہ "اللہ وہ ذات ہے جو رات کو تمہیں مار دیتا ہے" اگر یہی معنی ہیں تو پھر دوبارہ اٹھنا تو قیامت کے دن ہوگا۔ جب کہ ہم سب کے سب رات کو مرتے ہیں اور مرنے کے بعد صبح اٹھتے ہیں اور یہ عمل ہزاروں دفعہ ہو چکا ہے جو خلاف حقیقت ہے۔ جبکہ آپ زور دے کر فرما رہے ہیں کہ متوفی کا معنی وفات دینا ہی حقیقی معنی ہے۔ برائے مہربانی کوئی ایسا حل نکالیں کہ آپ کے بتائے ہوئے ترجمہ کے مطابق ان دونوں آیات کا ترجمہ درست ثابت ہو جائے جو کسی صورت نہیں ہو سکتا۔

میری گفتگو جاری تھی کہ درمیان میں ہی کہنے لگا کہ وہ جو آیت ہے چوتھے پارے میں وما محمد الارسول قد

خلت من قبلہ الرسل اس آیت سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال اور موت پر استدلال کیا اور اس میں ہے قد خلت من قبلہ الرسل کہ آپ سے پہلے تمام رسول فوت ہو گئے ہیں حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی تو آپ سے پہلے گزرے ہیں۔ ظاہر ہے جیسے آپ سے پہلے باقی تمام رسول فوت ہو گئے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی پہلے رسولوں میں شامل ہیں وہ بھی فوت ہو گئے۔

میں نے نہایت ہی تحمل کا مظاہرہ کیا اور مسکراتے ہوئے پوچھا کہ جناب متوفیک والی آیت پر مفیری ساری گفتگو کو آپ نے بڑے اچھے انداز سے ہضم کیا (ماشا اللہ) آپ کا ہاضمہ بڑا تیز ہے جس پر وہ بھی ہنس پڑا۔ میں نے کہا کہ جناب اس آیت کے بارے عرض کرتا ہوں مگر پہلی آیت کے بارے جو گفتگو ہوئی ہے اس کو آپ نے ماننے یا نہ ماننے کے بارے کوئی فیصلہ نہیں کیا اور آگے چلنے لگے، جس کا اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے سامنے کوئی بات ہوئی ہی نہیں بلکہ اصرار کرنے لگا کہ جناب اس آیت کو تو سیدنا ابو بکر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر صحابہ کے سامنے پیش کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی سارے کے سارے رسول فوت ہو گئے ہیں تو حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی تو پہلے کے رسول ہیں۔

باوجود یہ کہ پہلی آیت پر جو کچھ پیش کیا گیا گفتگو میں جیت اور برتری کیلئے کافی تھا مگر میں نے فن مناظرہ سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس کے اصرار پر اس دوسری آیت جو اس نے وفات مسیح پر پیش کی اس کا جواب دینے کیلئے تیار ہو گیا۔

راقم نے کہا جناب آپ نے دوسری دفعہ عہد شکنی کی ہے۔ آپ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ درمیان گفتگو حدیث نہیں پیش کی جائے گی جبکہ آپ نے اب پھر حدیث کے مفہوم کا سہارا لیا جبکہ قرآن میں کہاں ہے کہ اس آیت سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر استدلال کیا اس کا تعلق تو حدیث سے ہے۔

چلو میں اس بات کو چھوڑتا ہوں اور الجھاؤ پیدا نہیں کرتا۔ آپ فرمائیں اس آیت میں وہ کونسا لفظ ہے جس کا معنی موت ہے۔ بڑی ہوشیاری سے کہنے لگا یہ دیکھو لفظ ہے "خلت" جس کا معنی تمام علماء نے موت ہی کیا ہے۔ میں نے کہا کہ جناب بات میرے ساتھ ہو رہی ہے اور آپ نے مجھ سے عہد لیا ہے کہ میں قرآن سے ہی استدلال کروں گا اور حدیث پیش نہیں کروں گا۔ جبکہ آنجناب کے لیے راہیں کھلی ہیں۔ علماء نے معنی کیا ہے، میں کیا کروں۔ اس محفل میں آپ میرے ساتھ گفتگو کر رہے ہیں اگر میں حدیث نہیں پیش کر سکتا تو آپ کن علماء کی بات کرتے ہیں۔ کیا انکی بات حدیث کے مقابلہ میں زیادہ وزنی ہے۔ میری طرف توجہ فرمائیں کہ قرآن میں لفظ "خلت" کسی جگہ پر دکھا دیں کہ اس کا معنی موت ہو۔ اس پر راقم نے دو آیات پیش کر دیں۔

(۱) واذاخلوالی شیطینھم (پ ۱ سورۃ بقرہ)

(۲) تلک امۃ قد خلت

اسی طرح کسی اور جگہ پر یہ لفظ موجود ہو اور موت کا معنی ہو تو بتائیں۔ اس پر وہ ہنس دیا اور ساتھ والے

سے کہنے لگا کہ ہم تو مولوی صاحب کو پھنسانے کیلئے آئے تھے اور خود پھنس گئے اور ساتھ ہی شکریہ کے الفاظ ادا کرنے لگا کہ جناب چھوڑیں جی بحث مباحثہ کو۔ آپ کی گفتگو نے ہمیں بڑا متاثر کیا ہے۔ ماشاء اللہ اور تعریفی کلمات کہنے شروع کر دیئے۔ (جس کا تحریر کرنا مناسب نہیں ہے) اور اصرار کرنے لگا کہ جناب مہربانی فرمائیں حیات مسیح سمجھا دیں۔ میں نے مختصر سا جواب دیکر ٹالنے کی کوشش کی کہ جناب آپ فرمائیں کہ کیا سیدنا عیسٰی علیہ السلام بن باپ پیدا ہوئے۔ اس نے کہا ہاں۔ راقم نے کہا وہ بچپن سے جوانی تک زندہ رہے تھے۔ اس نے کہا ہاں۔ راقم نے کہا ان کے زندہ ہونے تک آپ متفق ہیں۔ اختلاف یہ ہے کہ تم کہتے ہو وہ فوت ہو گئے، ہم انکاری ہیں۔ آپ بڑی کوشش کے باوجود ان کی وفات ثابت نہ کر سکے تو آپ کا دعوٰی وفات مسیح ختم ہو گیا تو ہمارا انکار برقرار رہا۔ حیات مسیح ثابت ہو گئی اس میں بحث کی کیا ضرورت ہے۔

مگر ابھی تک انکے اندر کی خواہش پوری نہیں ہو رہی تھی وہ مختلف سوال کر کے مجھے الجھانا یا پھنسانا چاہتے تھے اور اصرار کرنے لگے کہ نہیں جی کچھ وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمائیں۔

چنانچہ راقم نے اسی کی پیش کی ہوئی آیت تلاوت کی اور حیات مسیح علیہ السلام پر گفتگو شروع کر دی۔ تقریباً آدھا پون گھنٹہ گفتگو میں میری کوشش رہی کہ جچی تلی گفتگو ہو کہ اس کو سوال کرنے کا موقع نہ ملے۔ اس آیت کا ترجمہ کر کے، سیاق و سباق کو سامنے رکھ کر بات کو آگے بڑھایا۔ گفتگو اختتام کے قریب ہی تھی کہ اس نے چالاکی سے ایسا سوال داغ دیا جس کے ردعمل میں اپنے آپ کو سنبھالنا مشکل تھا۔ اپنے ساتھ والے سے کہنے لگا یہ سب کچھ تو مولویوں کی ھیرا پھیری کے انداز ہیں۔ اپنی مرضی جو چاہیں معنی کر دیں۔ مگر میں نے توفیقِ الٰہی سے تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسی جوابی پٹخنی دی کہ وہ اپنے آپکو سنبھال نہ سکا اور چاروں شانے چت ہو گیا۔ اس کے کئے ہوئے اعتراض کے مقابلہ میں ایسا سوال اس کے گلے میں ڈالا کہ اس سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ (جسکا تذکرہ اور محفل میں انشاء اللہ کرونگا) اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ ٹوٹی پھوٹی معلومات کے مطابق اسی ایک آیت پر ہی ساری گفتگو اختتام کو پہنچی تو راقم نے کہا کچھ اور ضرورت ہو تو عرض کروں یا آج اتنا کافی ہے۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگا کہ جناب آپ کی گفتگو میں بہت سی باتیں اچھے انداز سے سننے کو ملیں۔ آپ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا ہوں اور ادھر صبح نو بجے سے اب ۱۲ بجنے کو تھے اس تحریر میں آئی گفتگو کے علاوہ بھی بہت سی باتیں اس عنوان پر باہمی ہو چکی تھیں گو کہ وہ دشمن تھا مگر ظاہری ہی کہہ لیں اچھا تاثر چھوڑ کر اجازت چاہنے لگا۔ راقم باہر تک انکو الوداع کرنے کی غرض سے ساتھ ہو لیا مگر جاتے جاتے کہنے لگا کہ آپ کی باتیں سنجیدہ اور وزنی تھیں۔ بہت باتیں سمجھ میں آئیں کہ عیسٰی علیہ السلام اللہ کے پاس چلے گئے یا عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا یا اٹھا لیا۔ بس ایک بات اگر آپ قرآن پاک سے دکھا دیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہیں تو میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اور قسمیں اٹھانے لگا کہ میں احمدیت سے تائب ہو کر بقیہ زندگی اپنے سابقہ کئے کی تلافی کیلئے وقف کرونگا اور لوگوں کو بتاؤں گا کہ احمدی لوگ غلط ہیں۔ راقم نے اس کا دامن پکڑا کہ آؤ واپس چلیں دومنٹ کی بات ہے اگر قرآن کی زبانی یہ ثابت نہ

کر سکوں کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے تو ابھی آپ مجھے اپنے ساتھ لے چلیں مگر وہ پھر ملاقات کا وعدہ کر کے اجازت چاہنے میں کامیاب ہو گیا۔ دو سال گزر گئے ابھی اپنے کیے ہوئے وعدہ پر واپس نہیں آسکا کہ میں اس کو قرآن کی زبانی اللہ تعالیٰ کا آسمان پر ہونا بتاؤں۔ کبھی کبھی راہ چلتے ملتا ہے، میں کئی دفعہ اس سے کہہ چکا ہوں کہ کہاں گیا وہ آپ کا جذبہ فکر آخرت؟ آپ کوئی پروگرام بنائیں میں آپ کو آپ کی فرمائش کے مطابق اللہ تعالیٰ کا آسمان پر ہونا قرآن میں دکھاؤں مگر وہ تعریفی کلمات ہی کہہ کر خاموش ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ میں نے ایک دفعہ اسکا گریباں پکڑا اور اس سے میں نے کہا کہ آخر مر جانا ہے۔ قیامت کے دن تیرا عذر نہ رہے کہ اس مولوی نے میری تشفی نہیں کرائی ورنہ میں مسلمان ہو جاتا۔ میری تعریف بھی کرتا ہے، میری بات کو سراہتا بھی ہے، مشکور ہوتے ہوئے تھکتا نہیں مگر کیا بات ہے سچائی کو دیکھ کر ماننے کو تیار نہیں۔ اس کا جواب اسکی خاموشی کے علاوہ اسکے پاس نہیں ہے۔ جس سے قرآن کی آیت ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ کا مفہوم واضح سمجھ آتا ہے۔ بات کرنے کا تیز طرار ہے، بات سے بات نکالنا اسکا کمال ہے، اس سے بعد میں مختلف جگہوں پر کئی دفعہ کئی موضوعات پر گفتگو کر چکا ہوں۔ پرفریب گفتگو کرنے کا زبردست ماہر ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو پہلی گفتگو کے باعث اتنا مرعوب کر دیا ہے کہ اس کی تیزیاں، پھرتیاں اور عیاریاں جواب دے چکی ہیں۔ اب جب کبھی ملاقات ہوتی ہے راقم چاہے بھی تو گفتگو کرنے سے گریز کرتا ہے اور اکثر ایک ہی بات کہتا ہے کہ آپ کبھی مجھے وقت دیں، میرے گھر تو تشریف لائیں، خدمت کا موقع بخشیں، میں آپ کی خدمت کرنا اپنے لیے سعادت مندی سمجھتا ہوں۔ میں اُسے دیکھتا ہوں تو دکھ ہوتا ہے کہ یہ اپنی گمراہی کی وجہ سے جہنم کا ایندھن بنے گا۔ خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس کے لیے دعا کرتا ہوں یا اللہ اس شخص سمیت تمام مرزائی گروہ کو ہدایت عطاء فرما دے اور ان کے دلوں پر پڑے تالے کھول دے۔ (آمین)

بقیہ از ص 52

"مولانا ظفر علی خان کی آپ بیتی" دراصل ایم اے اردو کا مقالہ ہے جو رابعہ طارق کی تحقیقی کاوش ہے۔ انہوں نے مختلف کتابوں، رسائل و جرائد اور خود مولانا کے مضامین سے یہ آپ بیتی مرتب کی ہے۔ حواشی اور تعلیقات اس پر مستزاد ہیں۔ محترم زاہد منیر عامر (شعبہ اردو پنجاب یونیورسٹی اور نٹیل کالج لاہور) نے انتہائی جامع پیش نامہ لکھا ہے۔ کتاب میں غلام رسول مہر اور عبدالمجید سالک کے ساتھ مولانا ظفر علی خان کے مجادلوں کی بازگشت بھی موجود ہے۔ کتاب انتہائی دلچسپ، معلومات افزاء اور تحقیقی کاوش ہے اور مولانا پر شائع ہونے والی کتب میں خوبصورت اضافہ ہے۔ اسے ندوۃ المعارف لاہور کے مدیر محترم شبیر احمد خان میواتی نے شائع کیا ہے۔ جو خود ایک باذوق قاری ہیں اور یہ ان کا دلچسپ موضوع ہے۔

ثبوت حاضر ہیں

محمد عمر فاروق

میرے گزشتہ کالم "تحریک تحفظ ختم نبوت اور دینی جماعتوں کی ذمہ داری" کے ردِ عمل میں ۲۵، ستمبر کو "ایڈیٹر کی ڈاک" میں خواجہ ظہور احمد قادیانی کا مراسلہ شائع ہوا۔ مراسلہ نگار نے راقم الحروف کے متعلق مراسلے میں لکھا ہے کہ "انہوں نے روایتی الزام لگاتے ہوئے جماعت احمدیہ کو انگریز کا لگایا ہوا پودا قرار دیا۔ انہوں نے الزام تو لگائے ہیں۔ مگر ان الزامات کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا کہ انگریز نے کب اور کس طرح یہ پودا لگایا۔ کوئی ایک ہی ثبوت پیش کرتے"۔

یہ حقائق تو روز روشن کی طرح الم نشرح ہیں کہ قادیانیت، سامراجیت اور صیہونیت ایک ایسی مثلث ہے کہ جس نے اپنے قیام کے روز اوّل ہی سے ملت اسلامیہ کو مٹانے کے لئے گھناؤنی سازشوں کے جال بچھائے۔ قادیانیت و سامراجیت کا گٹھ جوڑ اب اتنا واضح ہو چکا ہے کہ کسی حوالے و سند دینے کی ضرورت ہی نہیں رہتی اور اس پر کالم کی تنگ دامنی، یہ موضوع تو اتنا وسیع ہے کہ کئی کتابوں کا متقاضی ہے۔ چہ جائیکہ چند سطور کا یہ کالم!

"قصرِ خلافت" کے پردہ نشیں اگر اسی پر مصر ہیں کہ ثبوت پیش کیے جائیں تو لیجیے ثبوت حاضر ہیں۔

قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی نے سب سے پہلے اپنے خاندان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے:

"میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد غلام مرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا۔ جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن کی تاریخ "رئیسانِ پنجاب" میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھ کر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔ ان خدمات کی وجہ سے چٹھیات خوشنودیٔ حکام ان کو ملی تھیں...... پھر میرے والد صاحب کی وفات کے بعد میرا بڑا بھائی غلام قادر خدمت سرکاری میں مصروف رہا اور جب تموں کے گزر پر مفسدوں کا سرکار انگریزی سے مقابلہ ہوا تو وہ سرکار انگریزی کی طرف سے لڑائی میں شریک تھا۔ (کتاب البریہ صفحہ ۳، ۴، ۵، اشتہار مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۳، صفحہ ۴، ۵، ۶ مصنف مرزا غلام قادیانی) مرزا قادیانی اپنے بارے میں بتاتے ہیں کہ:

"پھر میں اپنے والد اور بھائی کی وفات کے بعد ایک گوشہ نشین آدمی تھا۔ تاہم سترہ برس سے سرکار انگریزی کی امداد اور تائید میں اپنی قلم سے کام لیتا ہوں۔ اس سترہ برس کی مدت میں جس قدر میں نے کتابیں تالیف کیں، ان سب میں سرکار انگریزی کی اطاعت اور ہمدردی کے لیے لوگوں کو ترغیب دی اور جہاد کی

ممانعت کے بارے میں نہایت موثر تقریریں لکھیں....... پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں نے سرکار انگریزی کی امداد اور حفظِ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے پوری استقامت سے کام لیا۔ کیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدتِ دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں، کوئی نظیر ہے'' (کتاب البریہ صفحہ ۵ تا ۸)۔

مرزا قادیانی نے اپنی تحریری خدمات بحضور سرکار انگریزی کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

''میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی سرکار کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں، ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں''۔ (تریاق القلوب صفحہ ۲۷، ۲۸)

حسب ذیل پیرے میں مرزا قادیانی آنجہانی نے کھل کر اپنے آپ کو انگریز سرکار کا ''خود کاشتہ پودا'' لکھا ہے۔ امید ہے کہ اب مراسلہ نگار کو مزید کسی ثبوت کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

''سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار، جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں، اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا''۔ (مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۲۱)

مزید برآں ملکہ وکٹوریہ جیسی اخلاق باختہ عورت، جس کے تقریباً تین سو آشناؤں کی فہرست چھپ چکی ہے۔ مرزا قادیانی نے اسی ملکہ وکٹوریہ کو حضور عالی، حضرت جناب قیصرۂ ہند دام اقبالہا، عالی شان ملکہ معظمہ ادام اللہ اقبالہا جیسے القاب لکھنے کے بعد ملکہ کے ''اخلاق'' کو پُر رحمت اخلاق سے تعبیر کیا ہے۔ اور ملکہ کے نام خط میں مرزا قادیانی نے خوشامد اور تملق کی انتہا کر دی ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے ملکہ وکٹوریہ کو ''نور'' لکھنے کی بھی جسارت کر ڈالی۔ مرزا کے الفاظ یہ ہیں:

''اے ملکہ معظمہ! تیرے وہ پاک ارادے ہیں جو آسمانی مدد کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور تیری نیک نیتی کی کشش ہے۔ جس سے آسمان رحمت کے ساتھ زمین کی طرف جھکتا جاتا ہے۔ اس لیے تیرے عہدِ سلطنت کے سوا اور کوئی بھی عہد سلطنت ایسا نہیں ہے جو مسیح موعود کے ظہور کے لئے موزوں ہو۔ سو خدا نے تیرے نورانی عہد میں آسمان سے ایک نور نازل کیا۔ کیونکہ نور، نور کو اپنی طرف کھینچتا اور تاریکی،

تاریکی کو کھینچتی ہے"۔ (ستارہ قیصریہ صفحہ: ۱۴، از مرزا قادیانی)

اور اس سوال کا جواب کہ قادیانی استعمار کے ایجنٹ ہیں، یہ خود مرزا بشیر الدین قادیانی کے اس اعتراف میں موجود ہے کہ:

"پھر یہ خیال کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔ لوگوں کے دلوں میں اس قدر راسخ تھا کہ بعض بڑے بڑے سیاسی لیڈروں نے مجھ سے سوال کیا کہ ہم علیحدگی میں آپ سے پوچھتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ آپ کا انگریزی حکومت سے اس قسم کا تعلق ہے۔ ڈاکٹر سید محمود جو اس وقت کانگریس کے سیکرٹری ہیں۔ ایک دفعہ قادیان آئے اور انہوں نے بتایا کہ پنڈت جواہر لال صاحب جب یورپ کے سفر سے واپس آئے تو انہوں نے سٹیشن سے اتر کر جو باتیں سب سے پہلے کیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ میں نے اس سفر یورپ سے یہ سبق حاصل کیا ہے کہ اگر انگریزی حکومت کو ہم کمزور کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے احمدیہ جماعت کو کمزور کیا جائے۔ جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہر شخص کا یہ خیال تھا کہ احمدی جماعت انگریزوں کی نمائندہ اور ان کی ایجنٹ ہے"۔ ("الفضل" قادیان ۶، اگست ۱۹۳۵ء)

مراسلہ نگار نے ایک دینی ادارہ اور کئی شخصیات کی انگریز کی حمایت کا ذکر کیا ہے۔ لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ کیا ان حضرات نے انگریز کی شہ پر نبوت کا دعویٰ بھی کیا تھا؟ ہرگز نہیں۔ یہ لعنت تو صرف مرزا قادیانی کے گلے کا طوق بنی اور انہوں نے جیتے جی ذلت و مسکنت کے جوہڑ میں فکری بدکاریوں کی ڈبکیاں لگائیں۔ اور ارد گرد کے تمام ماحول کو گمراہی و ارتداد کی آلودگیوں سے مکدر کر دیا۔ مرزا غلام قادیانی نے مغلظات و دشنام طرازی کا وہ بازار گرم کیا کہ الامان! یہاں تک کہ تمام مسلمانوں کو خنزیر اور مسلمانوں کی عورتوں کو کتیا تک کہہ دیا۔ (نجم الہدیٰ صفحہ ۵۳، مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۴، صفحہ: ۵۳)

ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر مرثیہ لکھنے پر علامہ اقبال کو تنقید کا ہدف بنا کر اپنے دل کی خوشی کا سامان تو کر لیا گیا مگر اقبالیات سے واقف لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ علامہ اقبال کئی فکری مراحل سے گزرے۔ اگر مراسلہ نگار کا مبلغ علم اس موضوع کا احاطہ کرنے سے خود کو مجبور پائے تو انہیں تحریک کشمیر میں علامہ اقبال کے عمل پر غور کر لینا مناسب ہے۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی جسے مفکر احرار چودھری افضل حق نے مرزا بشیر الدین اور قادیانیوں کے عزائم کے پیش نظر "بشیر کمیٹی" لکھا تھا۔ اور اب کے مراسلہ نگار نے خود بھی تسلیم کر لیا ہے کہ جماعت احمدیہ نے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا قیام عمل میں لایا تھا۔ پہلے پہل علامہ اقبال بھی مسلمانانِ کشمیر کی امداد و حمایت کے لئے مذکورہ کمیٹی کے اصل عزائم سے لاعلم ہونے کی وجہ سے کمیٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ لیکن جب علامہ اقبال پر قادیانیوں کی یہ حقیقت آشکارا ہوئی کہ کشمیر کمیٹی کے صدر (مرزا محمود) اور سیکرٹری (عبدالرحیم درد) دونوں وائسرائے اور دیگر اعلیٰ برطانوی حکام کو خفیہ اطلاعات بہم پہنچانے کا "نیک کام" بھی کرتے ہیں" (حرف اقبال صفحہ ۲۰۲، لطیف احمد شیروانی) تو انہوں نے اس کا سختی سے نوٹس لیا اور مرزا بشیر الدین کو صدارت چھوڑنے پر مجبور کر دینے کے ساتھ ساتھ خود بھی کمیٹی سے استعفیٰ دے ڈالا۔

کیا مراسلہ نگار کو علامہ اقبال کا یہ بیان نظر نہیں آیا کہ:

"ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق ان کے روّیہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ بانی تحریک نے ملت اسلامیہ کو سڑے ہوئے دودھ سے تشبیہہ دی تھی اور اپنی جماعت کو تازہ دودھ سے اور اپنے مقلدین کو ملت اسلامیہ سے میل جول رکھنے سے اجتناب کا حکم دیا تھا۔ علاوہ بریں ان کا بنیادی اصولوں سے انکار، اپنی جماعت کا نیا نام (احمدی)، مسلمانوں کی قیام نماز سے قطع تعلق، نکاح وغیرہ کے معاملات میں مسلمانوں سے بائیکاٹ اور ان سب سے بڑھ کر یہ اعلان کہ "تمام دنیائے اسلام کافر ہے"۔ یہ تمام امور قادیانیوں کی علیحدگی پر دال ہیں۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے اس سے کہیں دور ہیں، جتنے سکھ ہندوؤں سے، کیونکہ سکھ ہندوؤں سے باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ہندو مندروں میں پوجا نہیں کرتے"۔ (اقبال اور احمدیت۔ مرتبہ بشیر احمد ڈار۔ صفحہ: ۶۴)

سر ظفر اللہ قادیانی، جن کی کشمیر کے لئے "خدمات" پر قادیانی بغلیں بجاتے ہیں حالانکہ یہ وہی ذات شریف تھی۔ جس نے ۱۹۴۶ء میں قائد اعظم کی اس اپیل پر کہ تمام انگریزی خطابات واپس کر دیئے جائیں۔ سرکاری خطاب واپس کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اور ایک سوال کے جواب میں پوری ڈھٹائی کے ساتھ کہا تھا کہ میں ان باتوں کوئی وقعت نہیں دیتا کہ خطاب ملے یا نہ ملے اور اگر خطاب ہو تو چھوڑ دیا جائے یا رکھ لیا جائے۔ ("آتش فشاں" لاہور ۹ مئی ۱۹۸۰ء) اور یہی وہ شخصیت تھی۔ "جس نے جنازہ گاہ میں موجود ہونے کے باوجود قائداعظم کا جنازہ بھی نہ پڑھا"۔ (روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳ ستمبر ۱۹۵۸ء)

یو این او کی قرار دادوں کے مرتب سر ظفر اللہ خان کے متعلق یہ حوالہ پڑھیئے کہ کشمیر کے لئے ان کی خارجہ پالیسی نے کیا گل کھلائے۔

"ہمارے وزیر خارجہ (ظفر اللہ خان) کی خارجہ پالیسی ہر لحاظ سے ناکام ہو چکی ہے۔ اس سے بھارت کی سیاسی اہمیت بڑھ چکی ہے۔ اور اس بلاک نے منہ مانگی قیمت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ ("آفاق لاہور ۳۰ اپریل ۱۹۵۲ء)

امت مسلمہ میں افتراق و انتشار سے لے کر قتل و غارت گری تک اور سقوط بغداد سے سقوط ڈھاکہ تک قادیانیوں کے بھیانک کردار کی داستان تاریخ کے صفحات پر رقم ہیں۔ پاکستان کی خارجہ پالیسی کی ناکامی ظفر اللہ خان، اقتصادی پالیسی کی تباہی غلام قادیانی کے پوتے ایم۔ ایم احمد اور سائنسی اداروں کی بربادی ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی ہی کی مرہون منت ہے۔ اسرائیل میں "حیفہ" کے مقام پر قادیانیوں کے ہیڈکوارٹر کی موجودگی عالم اسلام بالخصوص پاکستان کے لیے ہمہ وقت خطرے کی گھنٹی ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ قادیانیوں نے آج تک پاکستان کے وجود کو تسلیم نہیں کیا۔ اکھنڈ بھارت ان کا نصب العین ہے اور وہ اس لئے چناب نگر (ربوہ) میں اپنے مُردے بھی قادیان لے جانے کے لیے امانتاً دفن کرتے ہیں۔ پاکستان اللہ کی عطاء کردہ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ جسے مارِ آستین دشمنوں سے ہر لمحہ بچانے کی ضرورت ہے۔ اور یہی کفرانِ نعمت کا تقاضا بھی ہے۔

مولانا ڈاکٹر احمد علی سراج (کویت)

گستاخ رسول اور مرتد

اسلام میں دونوں کی سزا قتل ہے

مرتد اس شخص کو کہتے ہیں جو پہلے مسلمان ہو اور پھر ضروریات دین اور اسلام کے بنیادی احکامات کا انکار کر دے تو ایسا شخص شرعی اصطلاح میں مرتد کہلاتا ہے۔ ایسا شخص جو اسلام سے پھر جائے یا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ماننے سے انکار کر دے وہ مرتد کہلائے گا۔ فرمان نبوت کا انکار ہو یا ختم نبوت کا انکار دونوں ارتداد کے حکم میں آتے ہیں۔ اس لئے اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی شخص قرآن وسنت میں سے کسی ایک کی حجیت کا بھی منکر ہو وہ مرتد ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ زندیق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لائے گئے تو انہوں نے ان کو جلا ڈالا۔ پھر جب اس بات کی خبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کردو (بخاری) اسلامی حکومت میں حدود اسلامی کے نفاذ میں مرتد کی سزا قتل ہے۔ اس کا اجراء رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی حیات مبارکہ میں فرمایا۔ بخاری و مسلم میں متفق علیہ حدیث ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ عکل کے کچھ لوگ آئے اور اسلام قبول کیا لیکن ان کو مدینہ کی آب و ہوا موافق نہیں آئی۔ جس کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ وہ اونٹوں کے رہنے کی جگہ چلے جائیں........ پھر وہ مرتد ہو گئے۔ اور اونٹوں کے چرواہوں کو قتل کر کے اونٹوں کو ہانک کر لے گئے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے ان کے پیچھے سواروں کو بھیج کر حکم دیا کہ ان کو پکڑ کر لایا جائے جب انہیں پکڑ کر لایا گیا تو ان کے جرم کی سزا پر ہاتھ پیر کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔ آخر کار وہ سب مر گئے۔ (بخاری و مسلم) دنیا میں ارتداد پر سزا پانے کے بعد آخرت میں اپنے کفر کی وجہ سے مرتد جہنم کی آگ کا ایندھن بھی بنے گا۔

یہ بات ذہن نشین کرلیں، اسلام میں سب سے بڑی عزت اور عظمت اللہ رب العزت اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اب اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو اس کی سزا قتل ہے۔ حاکم اسلامی پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو تین دن کے لئے قید میں رکھ کر مہلت دے۔ اگر وہ ان تین دنوں میں توبہ کر کے دائرہ اسلام میں لوٹ آئے تو ٹھیک ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اسلام نے مرتد کی سزا قتل مقرر کی ہے۔ اس حکم اسلامی پر تمام مکاتب فکر اور فقہاء ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ مرد اور عورت دونوں اس حکم میں برابر ہیں۔ مرتد کی سزا میں قتل کرنا کوئی ظلم نہیں بلکہ اسلامی معاشرہ کو ارتداد سے بچانے کے لئے یہ ایک عظیم قدم رحمت ہے تاکہ دوسرے لوگوں کو ارتداد سے بچایا جائے۔ جرائم پر سزا سے دوسرے لوگوں کے لئے عبرت کا درس ہوتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی تو ایک شخص نے اس کا گلہ گھونٹ ڈالا جس سے وہ مر گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون معاف کر دیا (ابوداؤد) یعنی ایسے شخص سے کوئی مواخذہ نہیں کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی ایک بہت بڑا جرم ہے جس کی سزا یہی ہے۔ اور پھر آخرت میں ایسے شخص کے لئے جو ارتداد کا مرتکب ہوتا ہے سخت ترین عذاب ہے۔ وہ نار ہے، جحیم ہے جہنم ہے اور دوزخ کی آگ ہے۔ جس میں سانپ اور بچھو ہیں۔ اگر کسی اسلامی حکومت میں اس کا نفاذ نہیں تو اللہ کی عدالت میں مرتد کو سزا سے نہیں بچایا جا سکتا کیونکہ جو کفر پر مرے اس کے لئے سخت عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں۔ اس دن (قیامت کے دن) بہت سے منہ سفید (منور) ہوں گے اور بہت سے منہ کالے ہوں گے پس جن کے منہ کالے ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ تم ایمان لانے کے بعد پھر کافر ہو گئے تھے تو تم نے جو کفر کیا ہے اس کے بدلے میں عذاب چکھو'' (سورہ آل عمران۔ القران) مرتد کو کافر کہنا عین اسلامی حکم ہے کیونکہ ایسا شخص جو ضروریات دین میں کسی ایک کا انکار کرتا ہو یا اسلام کے بنیادی احکامات کا استہزا کرتا ہو یا رسول اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا منکر ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان یعنی سنت نبوی کی حجیت کا منکر ہو یا اللہ رب العزت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہو یا شعائر اسلامی کے خلاف بکتا ہو تو ایسا شخص کیسے مسلمان ہو سکتا ہے۔

اسلام نے دو ملی نظریے کا تصور دیا ہے۔ اس دنیا میں دو ملتیں ہیں ایک ملت مسلم ہے اور دوسری ملت کافر۔ ان دونوں اصطلاحوں کو قرآن پاک اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح کیا ہے۔ دنیا کے سارے انسان مومن نہیں بلکہ انسانوں میں دو گروہ ہیں جن کی تقسیم مسلمان اور کافر کے ساتھ ہے۔ دنیا کے تمام مسلمان ایک ملت ہیں اور کافر دوسری ملت ہیں اور پھر جب کوئی مسلمان اسلام سے پھر جائے تو وہ ملت کفر کا فرد بن کر مرتد کے حکم میں آتا ہے۔ پھر ایسے مرتد کو مسلمان سمجھنا بھی منع ہے۔ بلکہ مرتد کو کافر سمجھنا عین اسلامی حکم ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ رب ذوالجلال ہم سب مسلمانوں کو ایمان و اسلام میں استقامت و اخلاص سے قبول فرما کر خاتمہ بالخیر ایمان پر فرمائے اور اس دور پُرفتن میں ارتداد سے بچائے اور ہماری حفاظت فرمائے (آمین) شرعی طور پر مرتد پر جو احکامات لاگو ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) اگر اسلامی حکومت میں ارتداد کی سزا ہے تو اس کو تین دن کی مہلت دے کر قید میں رکھے پھر اگر وہ اپنے ارتداد سے باز نہیں آتا اور توبہ نہیں کرتا تو حاکم وقت اس کو قتل کرا دے۔

(۲) اگر مرتد ملک سے باہر بھاگ گیا یا ملک میں قانونِ ارتداد میں سزا نہیں ہے تو ایسی صورت میں اگر وہ زندہ ہے اور حکومت کی سزا سے بچ گیا ہے تو فقہی طور پر ایسے مرتد کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کی بیوی عدت پوری کرنے کے بعد کسی دوسرے شخص سے شادی کر سکتی ہے کیونکہ ایک مسلم خاتون کسی کافر مرتد کی بیوی نہیں بن سکتی اور اس طرح کوئی مرتد شخص کسی مسلمان عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔

بقیہ ص 16 پر

حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

جنت میں لے جانے والے اعمال

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روز پوچھا: یارسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پھر پوچھا کہ کون سے غلام کو آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو زیادہ قیمتی اور اپنے مالکوں کے ہاں زیادہ نفیس شمار ہوتا ہو۔ عرض کیا کہ اگر میں یہ نہ کرسکوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم کسی کام کرنے والے کی اعانت کردو یا کسی کمزور آدمی کا کام کردو۔ میں نے عرض کیا: اگر میں یہ بھی نہ کرسکوں؟ تو فرمایا کہ تم لوگوں کے ساتھ برائی نہ کرو۔ یہ بھی صدقہ ہے جس کے ذریعہ تم اپنے اوپر صدقہ کرتے ہو۔ (لولو والمرجان فیما متفق علیہ الشیخان جلد ۱ ص ۱۶)

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہی سے مسلم میں ایک روایت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی ہڈیوں کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ ہر سبحان اللہ پر صدقہ کا اجر ملتا ہے اور ہر الحمد للہ پر صدقہ کا اجر ملتا ہے اور ہر لاالٰہ الااللہ پر صدقہ کا اجر ملتا ہے اور ہر اللہ اکبر پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ اور اچھی باتوں کا حکم دینا بھی صدقہ ہے اور بری باتوں سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ اور اس سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کافی ہوجاتی ہیں۔ (مسلم جلد ۱ ص ۴۹۹)

۶۔ ان خصائل میں سے ایک خصلت نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے اور یہ ایک ایسی تعمیری تنقید ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ برائیوں کو چھوڑ کر اور اچھائیوں اور اخلاقی کمالات کو حاصل کرکے افراد اور معاشرہ سب میں خیر و بھلائی پھیلائی جائے۔ اسی وجہ سے اس امت کو "خیر امت" کا لقب دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے!

كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله.

تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے مبعوث ہوئی ہو اور تمہارا کام لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔

اس آیت میں لفظ "کنتم" استعمال کیا گیا جو بقول صاحب روح المعانی دوام کے لیے ہے۔ پھر "للناس" کا لفظ لاکر اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ تم صرف اپنوں ہی میں تبلیغ کو محدود نہ کرو۔ بلکہ بیگانوں تک بھی اللہ کی توحید اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاؤ۔ تبلیغ اسلام کو صرف مسجدوں کے اندر رہنے والوں ہی تک نہ رکھو۔ بلکہ مسجدوں میں آنے والوں تک بھی اللہ کا پیغام پہنچاؤ۔ صرف مسلم ممالک ہی میں تم اللہ کا پیغام نہ سناتے پھرو۔ بلکہ یورپ کے کلیساؤں اور افریقہ کے تپتے صحراؤں میں بھی تمہاری اذانوں کی

آواز گونجے۔ نہ صرف زمین پر چلنے والوں ہی کے لیے تمہارے وعظ ہوں۔ بلکہ فضائے آسمانی میں اڑنے والوں اور سمندروں کے سینوں کو چیرنے والے جہازوں میں بیٹھے ہوؤں کے لیے بھی تم داعی الی الحق بنو۔ غرض کہ اس کرۂ زمین پر اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کو خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی۔ ہندو ہوں یا پارسی، بدھ مت ہوں یا جین مت، کیمونزم سے ان کا تعلق ہو یا سوشلزم سے، کسی بھی عقیدے، کسی بھی مسلک اور کسی بھی نظریے کا ماننے والا ہو۔ ہر ایک تک اللہ تعالیٰ کا پیغام جس طریقہ سے بھی ہو سکے پہنچانے کی ذمہ داری امت محمدیہ کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔

پھر "خیرامته اخرجت للناس" کے بعد "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" بیان کیا یہ اس لیے کہ "وصف" پہلے بیان کیا اور "علت" بعد میں، جیسے کہتے ہیں "زید کریم یطعم الناس ویکسوھم" یعنی زید ایک کریم شخص ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور پہننے کو کپڑے دیتا ہے۔ تو زید اس وقت تک ہی کریم ہے جب تک لوگوں کو کھانا کھلاتا اور کپڑے پہناتا ہے۔ جب اس نے یہ دونوں کام چھوڑ دیئے۔ اس وقت وہ کریم نہیں رہے گا۔ بالکل اسی طرح جب تک امت میں "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" رہے گا۔ امت "خیر امت" ہوگی اور جب یہ امتیازی وصف ان سے جاتا رہے گا اس وقت امت "خیر امت" کے شرف سے محروم ہو جائے گی۔

پھر المعروف اور المنکر میں الف لام استغراقی ہے جیسا کہ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۲۲۵) مطلب یہ ہوا کہ یہ امت چھوٹی نیکی سے لے کر بڑی سے بڑی نیکی کا حکم دیتی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی برائی سے لے کر بڑی سے بڑی برائی سے روکتی ہے۔

"خیر امت" ہونے کی تیسری علت یہ بیان فرمائی "وتؤمنون باللہ" کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ ایمان حالانکہ سب کی اصل ہے اور بغیر ایمان کے کوئی عمل معتبر نہیں لیکن اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بعد ذکر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان باللہ میں تو پہلی امتیں بھی ہمارے ساتھ شریک تھیں، لیکن یہ خاص امتیاز جس کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی امت کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر تفوق اور فضیلت حاصل ہے وہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اور چونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل صالح معتبر نہیں، لہذا ساتھ ہی بطور قید کے اس کا بھی ذکر فرما دیا۔ ورنہ مقصود بالذکر وہی ہے، اس لیے اس کو مقدم کیا اور ایمان کو مؤخر۔

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

ولتکن منکم امته یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون (آل عمران: ۱۰۴)

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ "دعوت الی الخیر" کے لیے ایک جماعت کا وجود ناگزیر ہے جس کا کام صرف یہی ہو کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ تبلیغ دین اور دعوت الی الخیر کی ذمہ داری سب سے پہلے اسلامی حکومت پر عائد ہوتی ہے لیکن حکومت اگر اس کام کو انجام نہ دے تو پھر تمام مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ باہم مل کر ایسی جماعت پیدا کریں جو اس فرض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی حیات ملی اسی وقت تک قائم ہے۔ جب تک یہ جماعت باقی ہے۔

پھر اس جماعت کے کچھ اوصاف بیان فرمائے۔ جن میں سب سے پہلا وصف "یدعون الی الخیر" کہ اس جماعت کا سب سے پہلا وصف اور خصوصی امتیاز یہ ہوگا کہ وہ خیر کی طرف دعوت دیا کرے گی۔ "خیر" کیا ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر یہ بیان فرمائی۔

الخیر ھو اتباع القرآن و سنتی (ابن کثیر جلد ۱ ص ۳۹۰ مصر)

خیر کا مطلب ہے قرآن اور میری سنت کی تابعداری

خیر کی اس سے زیادہ جامع تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس تفسیر میں پورے کا پورا دین آ گیا ہے۔ "دعوت الی الخیر" کے ساتھ "یدعون" کا صیغہ مضارع لا کر یہ اشارہ فرما دیا کہ یہ جماعت صرف مخصوص اوقات میں نیکی کی دعوت نہ دے بلکہ اس کا شب و روز کا وظیفہ یہ ہو اور اس کی ساری زندگی کا نصب العین ہی یہ ہو۔ "امر بالمعروف" اور نہی عن المنکر" سے تو یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ اس کی ضرورت خاص خاص موقعوں پر ہوگی جب وہ منکرات دیکھے جائیں، لیکن "یدعون الی الخیر" لا کر یہ بتلا دیا کہ منکرات ہوں یا نہ ہوں۔ اس جماعت کا کام ہر حالت میں قرآن و سنت اور نیکی کی دعوت دینا ہے۔

پھر اس جماعت کے دو وصف اور بیان فرمائے "امر بالمعروف" اور نہی عن المنکر"۔ اس کے بعد نتیجہ یہ بیان فرمایا کہ " اولئک ھم المفلحون " کہ فلاح اور سعادت حاصل کرنے والے اسی جماعت کے لوگ ہیں۔ "فلاح" کو اس جماعت کے افراد کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا، صرف اس لیے کہ یہ جماعت دین کی عظمت کی ضامن اور اس کی محافظ ہے۔

ان آیات میں واجبات کے بجائے معروف اور منکر کا عنوان قائم کرنے میں شاید یہ حکمت ہے کہ یہ روکنے ٹوکنے کا معاملہ ان مسائل میں ہو جو امت میں مشہور و معروف اور سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔ اجتہادی مسائل جن میں اصول شرعیہ کے تحت مختلف آراء ہو سکتی ہیں۔ ان میں یہ روک ٹوک کا سلسلہ نہ ہونا چاہیے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں اس حکیمانہ تعلیم سے غفلت برتی جاتی ہے۔ اور اجتہادی مسائل جیسے رفع الیدین، آمین بالجہر وغیرہ ہی کو جنگ و جدال کا میدان بنا کر مسلمانوں کی جماعتوں کو آپس میں ٹکرایا جاتا ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اس کو سب سے بڑی نیکی بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس کے برعکس متفق علیہ معاصی اور گناہوں کی روک تھام میں بڑے بڑے شب زندہ داروں اور چھوٹے چھوٹے اجتہادی مسائل پر مسلمانوں کی جماعتوں کو لڑانے والوں کی زبان کھلنا تو درکنار ان کی جبین تقدس پر بھی شکن تک نہیں

پڑتی۔

مختصر یہ کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی کے کاموں سے روکنا ایک ایسا عمل ہے جو جنت میں لے جانے والا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز کو قائم کرو اور زکواۃ دو، اور رمضان کے روزے رکھو اور اللہ کے گھر کا حج کرو اور اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو۔ اور تم اپنے گھر والوں کو سلام کرو۔ جس شخص نے ان میں سے کسی شئی کی کمی کی تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اسلام کا ایک حصہ ہے جسے وہ چھوڑ رہا ہے۔ اور جس نے ان سب کو چھوڑ دیا، اس نے اسلام کی طرف پشت کر دی۔

اس فریضہ کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ضروری قرار دیا تھا، لیکن جب انہوں نے اس میں کوتاہی کی اور اس کو ضائع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رسولوں کی زبانی ان پر لعنت بھیجی۔ چنانچہ فرمایا:

"بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے۔ ان پر لعنت کی گئی تھی۔ داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔ اور ان لوگوں نے ایک دوسرے کو برے کاموں کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ اور ان کا یہ فعل واقعی برا تھا۔ (المائدہ: ۷۸)

(جاری ہے)

بقیہ از ص 42

صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ خیر المدارس) فرماتے ہیں:

"مطالعہ کی برکت سے احقر اپنے قلب میں بی محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ترقی و اضافہ محسوس کرتا ہے"

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ (سابق مفتی دار العلوم دیوبند) نے فرمایا:

"مجھے بھی اس سے بڑا نفع پہنچا۔ دل سے دعا نکلی"

حضرت اباجی رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین متین کی بہت خدمت لی۔ لیکن اس محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر تھا کہ آپ نے "رحمت کائنات" میں تحریر فرما دیا:۔

روز قیامت ہر کسے در دست دارد نامہ

من نیز حاضر مے شوم اوراقِ رحمت در بغل

ترجمہ:۔ قیامت کے دن ہر آدمی اپنا اپنا نامۂ اعمال تھامے ہوئے حاضر ہوگا اور گنہ گار "رحمت کائنات" کے اوراق بغل میں دبائے ہوئے حاضر ہوگا (ان شاء اللہ)

محبت و اطاعت کے جذبے سے سرشار جب سفر آخرت کی تیاری ہوئی تو ہمیشہ کے لئے اپنی لوح مزار پر یہ کلمات لکھنے کا حکم فرما کر اپنے رحیم و کریم اللہ کے سامنے حاضر ہو گئے۔

رحمت کائنات" کا مصنف رب کائنات کے حضور میں:

تلک عشرة کاملةً رحمةُ الله علیه کاملةً واسعةً

ام عبد اللہ

مغربی خواتین کی آزادی، حقیقت یا فریب!

○○○○○○

پاکستان میں آزادیٔ نسواں کے نام پر مغرب زدہ خواتین دراصل لادینیت، فحاشی و عریانی اور حیا باختگی کو فروغ دے رہی ہیں۔ یہ بے پردہ اور بے حیاء عورتیں دراصل یہود و نصاریٰ کی تہذیب و ثقافت سے مرعوب اور اس کی نمائندہ ہیں۔ ذیل کے مضمون میں یورپ کے نام نہاد دعویٰ آزادیٔ نسواں کی نقاب کشائی کی گئی ہے۔ اس تناظر میں پاکستانی عورت یہ سمجھنے کی کوشش کرے کہ اسلام نے عورت کو جو فطری حقوق عطاء کئے ہیں وہ دنیا کے کسی بھی معاشرے اور نظام نے عورت کو نہیں دیئے اسلام نے عورت کو گھر کی حاکمہ بنایا ہے تو یورپ نے بازار کی زینت۔ یہ مضمون دعوت فکر بھی ہے اور مرقع عبرت بھی (ادارہ)

مغربی ممالک میں خواتین کی آزادی کے بارے میں بہت چرچا ہے، وہاں اس کے لئے آئے دن جلسے جلوس منعقد ہوتے رہتے ہیں، انگریزی فلمیں دیکھ کر اور وہاں کی خبریں سن کر ہمارے یہاں کی خواتین سوچتی ہیں کہ کاش ہم بھی امریکہ میں پیدا ہوئے ہوتے، تو کتنا اچھا تھا، نہ تو چولھے ہانڈی کی محنت کی ہوتی، نہ بچوں کی فکر کرنی پڑتی، سارے کام مشینوں سے ہو جایا کرتے، خوب سیر سپاٹے ہوتے، اور زندگی میں لطف ہی لطف ہوتا، ہماری خواتین کے ذہن میں یہ خیال بیٹھا ہوا ہے کہ امریکی خواتین قطعی آزاد اور سکھی ہیں، مگر حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ جس طرح ایک غریب شخص کو خواہ وہ پاکستان میں ہو یا ہندوستان میں بھوک، محرومی، افلاس اور معاشی بدحالی کا شکار ہونا پڑتا ہے، اسی طرح خواتین خواہ کسی خطۂ ارض میں ہوں، کسی بھی عہدہ پر کام کرتی ہوں، کسی طبقہ سے تعلق رکھتی ہوں، ان کی جسمانی کمزوری، نزاکت، اوصاف نسواں کا ناجائز فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ ان کا استحصال ہوسکتا ہے، اس سے کوئی بھی ملک مبرا نہیں امریکی خواتین بھی استحصال کا شکار ہیں، امریکہ میں مردوں کی نسبت خواتین کی تعداد ۵ فیصد یعنی مردوں سے ۲ فیصد زیادہ ہونے پر ان کی حیثیت دوسرے درجہ کی ہے۔

سب سے پہلے ملازم پیشہ یا برسر روزگار خواتین کو لیں جو عام طور پر ماڈرن خواتین ہیں، تو یہ واضح ہو جائے گا کہ برسر روزگار خواتین کی حالت بھی اطمینان بخش نہیں، کیوں کہ:

ملازمت پیشہ خواتین میں ۹۶، ۹۷ فیصد خواتین پرسنل سکریٹری کے عہدہ پر کام کرتی ہیں، ان میں سے بہت سی ٹائپسٹ ہیں۔

دیگر ملازمت کرنے والی خواتین میں ۶۰ فیصد سیلز گرل، ہیئر ڈریسرز بیوٹیشنر یا ہوٹلوں میں بیرا گری کا کام کرتی ہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہاں اعلیٰ عہدوں پر فائز خواتین کی تعداد بہت کم یعنی ۲، فیصد ہے، جو کمپنیوں میں ڈائریکٹر اور افسران ہیں۔ دیگر خواتین کو سٹیپرس، کلرک، ٹائپسٹ وغیرہ کے عہدوں پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔

یہ تو بات تھی ملازمت کرنے والی خواتین کی بابت، آمدنی کے لحاظ سے بھی مغربی ممالک میں آزادیٔ نسواں کے بارے میں حالت کچھ ایسی ہے جہاں، ۲۲ فیصد مردوں کی سالانہ آمدنی ۱۰،۰۰۰ سے ۱۵،۰۰۰ ڈالر تک ہے، وہاں صرف ۴ فیصد ملازم پیشہ خواتین اتنا کما پاتی ہیں، ورنہ ان کی آمدنی اطمینان بخش نہیں ہے، کئی حالتوں میں تو ایک جیسا کام کرنے پر بھی عورت کو مرد کے مقابلہ میں کم پیسہ ملتا ہے، جیسے ڈلیوری کرنے والی پوری طرح ٹرینڈ خاتون نرس کے مقابلہ یہی کام کرنے والے مرد کو ۸%-۵ زائد معاوضہ دیا جاتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ملازمت کرنے والی خواتین مردوں کے برابر کام کرتے ہوئے بھی معاشی استحصال کا شکار ہیں، ان کے ساتھ بے جا امتیاز برتا جاتا ہے۔

برسر روزگار خواتین اور خاندان:

عام طور پر برسر روزگار خواتین یہ شکایت کرتی رہتی ہیں کہ وہ گھر اور دفتر کی چکی کے دو پاٹوں کے بیچ پس کر رہ جاتی ہیں، ان کے پاس خود کے لئے کوئی کام نہیں رہتا، کیونکہ سارا دن دفتر اور صبح و شام گھر کا کام اور بچوں کی دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے، یعنی انہیں دوہری زندگی جینا پڑتی ہے، ایک ملازم عورت کی اور دوسری خانہ دار عورت کی۔ اس کے برعکس مرد ایک آزاد پنچھی کی طرح زندگی بسر کرتا ہے، انہیں گھر کے کاموں سے نہ تو کوئی سروکار ہوتا ہے، اور نہ ہی دلچسپی، انہیں تو اگر بازار سے ہی کچھ لانے کو کہہ دیا جائے تو ناک بھوں سکیڑتے ہیں، نتیجتاً عورتوں کو ہی گھر کا سارا کام اور بچوں کی دیکھ بھال کرنی پڑتی ہے، اس گھری مصروفیت و عدیم الفرصتی کے سبب وہ ہمیشہ تناؤ کا شکار رہتی ہیں۔ ملازمت پیشہ خواتین کی یہ شکایت محض ہمارے ملک میں ہی نہیں، بلکہ امریکہ میں بھی خواتین کی حالت کچھ ایسی ہے، امریکہ میں ۱۶ فیصد ملازمت پیشہ خواتین شادی شدہ ہیں، اس لئے انہیں امور خانہ داری کی ذمہ داریاں بھی نبھانا پڑتی ہیں۔

ملازمت کرنے والی خواتین کے بچے اگر بڑے ہیں تب تو کام چل جاتا ہے، کیوں کہ اسکول جانے والے بچے اپنی ذمہ داری کچھ حد تک خود سنبھال لیتے ہیں، لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ۸۰ فیصد خواتین ایسی ہیں جو کہ چھ سال سے کم عمر بچوں کو چلڈرن ہوم یا چلڈرن کیئر سینٹرز پر چھوڑ کر کام پر جاتی ہیں۔

امریکی گورنمنٹ کے لاشدہ کیئر سینٹرز کی خدمات بھی سب کو پسند نہیں ہے، محض ۱۶، فیصد بچوں کو ہی ایسی سہولیات فراہم ہیں، باقی ۸۴ فیصد بچوں کی دیکھ بھال کے لئے ملازمت پیشہ خواتین کو خود سے طے کرنا پڑتا ہے، کہ بچوں کی نگرانی وہ کس کے ذمہ سپرد کریں اور دفتر جائیں۔ اس کا خرچ بھی ان کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اگر مقدمہ بازی یا کسی دوسری وجہ سے مرد کو بچے کی دیکھ بھال سونپ دی گئی ہو تو بھی دیکھنے میں یہی آیا ہے کہ مرد اس ذمہ داری کو نبھانے میں ناکام رہتے ہیں، ایک سروے سے پتہ چلا ہے کہ جن شوہروں کو بچوں کی دیکھ بھال کی ذمہ داری کے عدالتی احکامات دیئے گئے تھے، ان میں سے ۶۸ فیصد شوہروں کو پہلے ہی سال میں اس عدالتی حکم کی خلاف ورزی کرنے کا خطاوار پایا گیا۔

عورت کی خانگی حیثیت:

یہ صحیح ہے کہ امریکہ میں ایک خانہ دار خاتون کی حالت ہمارے ملک کی خواتین سے بہتر ہے پھر بھی مردوں کے مقابلہ میں وہ ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔

اعلیٰ طبقہ کے امیر گھرانوں کی یا پھر تعلیم یافتہ بیدار خواتین کی بات چھوڑیں تو بھی یہی خواتین کا استحصال ہوتا ہے، ان کو مردوں کی سرپرستی قبول کرنا ہی پڑتی ہے۔ کیونکہ صورتحال یہ ہے کہ صرف ۳۶ فیصد غیر سفید فام، ۲۱ فیصد ہسپانوی اور ۱۱ فیصد سیاہ فام خاندانوں کی خواتین ہی سرپرست ہیں۔ یہ تعداد بہت کم ہے لہذا فطری بات ہے کہ ان خاندانوں کے علاوہ دیگر خاندانوں میں مردوں کو ہی سبقت حاصل ہے۔

ان خاندانوں میں بھی جن کی سربراہ خواتین ہیں ان کی حالت بھی اطمینان بخش نہیں ہے، یہاں گھر چلانے کے لئے خواتین کی آمدنی ۵۰ فیصد تک کم ہوتی ہے۔ لہذا انہیں معاشی تنگ حالی سے گزرنا پڑتا ہے۔

اکیلے رہنے والی خواتین:

یہ سچ ہے کہ امریکہ میں طلاق کے قانون میں بہت چھوٹ ہے۔ ذراسی ان بن پر ہی گڈ بائی کہہ کر شوہر کے گھر کو خیر باد کر دیا اور تنہا رہنے چل پڑیں، لیکن اکیلے رہنا وہاں بھی آسان نہیں۔ سماجی عدم تحفظ کے ساتھ ساتھ معاشی جدوجہد تو کرنی پڑتی ہے۔ اگر بچے بھی ہوں تو حالت اور بھی پریشان کن ہوتی ہے کیونکہ شوہر کی طرف سے ملنے والا گذارہ الاؤنس اگر پورا نہ پڑے تو طلاق شدہ عورت کو خود ہی دیکھنا پڑتا ہے کہ وہ بسر اوقات کس طرح کرے؟۔

کنواری اور بیوہ خواتین کی حالت بھی بہتر نہیں وہ کافی خستہ حالی میں زندگی گذارتی ہیں، ایک جائزہ کے مطابق ۵۰ فیصد ایسی خواتین غربت ہی میں زندگی گذارتی ہیں۔ غنڈہ گردی، زنا بالجبر کی واردات اور سڑکوں پر چلتے ہوئے فقرہ بازی کے معاملات وہاں بھی یہاں سے کم نہیں۔ بلکہ زیادہ ہیں اس لئے سماجی تحفظ کی کمی ہے۔

ان سب سے ظاہر ہے کہ امریکہ میں بھی عورت کا ہر سطح پر خوب استحصال ہوتا ہے، بھلے ہی یہ

استحصال معاشی ہو، خانگی ہو یا سماجی، اس کی حالت دوسرے درجہ کی ہی رہتی ہے، مرد ہر جگہ برتر ہے خواہ وہ امریکہ ہو یا کوئی اور جگہ۔

آخر یہ سب کیوں ہے؟ اس پر بحث کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا، کیونکہ آج کی عورت کتنی ہی آزاد ذہن اور روشن خیال کیوں نہ ہو، اور اس نے یہ آزادی بے شک کتنی جدوجہد کے بعد ہی کیوں نہ حاصل کی ہو وہ اس بات سے منکر نہیں ہو سکتی کہ اسے کسی نہ کسی سطح پر خواہ وہ کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو مرد سے دبنا پڑتا ہے، اس کی برتری قبول کرنا پڑتی ہے، خواہ وہ مجبوری سے ہی قبول کرے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک بنک کی افسر خاتون جب گھر جا کر بچوں کو پڑھاتی ہے، گھر کا سارا کام کرتی ہے تو اسے آزادیٔ نسواں کے نعرے کھوکھلے اور بے حقیقت لگتے ہیں۔ تب اسے اپنی کمزوری کا زبردست احساس ہونے لگتا ہے اور وہ سوچنے لگتی ہے کہ اس کی حقیقت ایک ایثار کرنے والی ذمہ دار خاتون خانہ اور ممتا کی دیوی بننے ہی میں ہے، اور یہ نام نہاد بے حقیقت آزادی محض فریب کے سوا اور کچھ نہیں، اس کے وجود کی معنویت اور اس کا مقام اس آزادی سے بہت اوپر کی چیز ہے، اور یہی سچائی ہے، قدم قدم پر وہ مرد کے لئے کیا کچھ نہیں کرتی کیا مرد اس کے جذبۂ ایثار سے انکار کر سکتا ہے؟۔

حقوق نسواں کی علمبردار اسپین میں عورتوں کا حال:

"گھروں میں عورتیں تشدد اور سختی کا شکار" شکایات کی تعداد ۲۶ ہزار تک پہنچ گئی، اسپین کے شہر میڈرڈ میں زندگی کے مختلف مراحل میں عورتوں پر مظالم کے عنوان سے قائم ہونے والے ایک مذاکرے سے خطاب کرتے ہوئے ایک خاتون اسکالر "ایلنا اور تربا" نے کہا کہ عورتوں کے ساتھ گھروں میں ہونے والی بدسلوکی سڑکوں پر اور چوری کے دوران ہونے والی زیادتیوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔

"ایلنا اور تربا" نے مزید کہا کہ گھروں میں بدسلوکی اور زیادتی ۱۹۹۷ء کے مقابلہ میں ۱۹۹۸ء میں زیادہ ہوئی ہے، ۱۹۹۷ء میں پولیس کی ملنے والی شکایات کی تعداد ۲۴۴۶۹ تھی، ۱۹۹۸ء میں اس تعداد میں اضافہ ہو کر ۲۶ ہزار تک پہونچ گئی۔ "ایلنا اور تربا" نے خیال ظاہر کیا کہ پانچ سے دس فیصد تک خواتین ذمہ داروں تک اپنی شکایات پہنچا پاتی ہیں، اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ عورتیں اپنے گھروں کے اندر سختی اور تشدد کا شکار زیادہ رہتی ہیں، بہ نسبت کسی اور جگہ کے، اسپین یورپ کے ترقی یافتہ اور ترقی پسند ممالک میں سے ایک ہے، جہاں مساوات کا ڈھونگ رچایا جاتا ہے اسی اسپین کی یہ بات ہے کہ عورتیں اپنے گھرو میں محفوظ نہیں، ان پر گھروں میں تشدد کیا جاتا ہے، اور نفسیاتی طور پر انہیں ہراساں کیا جاتا ہے۔

(بہ شکریہ ماہنامہ "بانگِ درا" لکھنؤ جولائی ۱۹۹۹

مروان کاشمیری

قافلۂ احرار کا سپہ سالار

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اعلیٰ انسانی قدروں اور بلند فلاحی آدرشوں کے لیے عمر بھر سعیٔ مسلسل کرتے رہے۔ انہوں نے جب برصغیر کی سیاست میں قدم رکھا تب انڈین نیشنل کانگرس کا طوطی چہار دانگ عالم میں بولتا تھا۔ رفتہ رفتہ جب تحریک خلافت شروع ہوئی تو ان کی مقبولیت کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور وہ تحریک خلافت کے واحد سیاسی رہنما تھے جنہیں تین سال قید کی سزا سنائی گئی۔ شاہ جی کی رفاقت مفکر احرار چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین لدھیانوی سے تھی۔ یہ رفاقت جوں جوں مضبوط ہوتی گئی توں توں یہ لوگ مسلمانوں کے لیے خالص دینی و سیاسی محاذ پر کام کرنے کے لیے متفق ہوتے گئے۔ آخر ۱۹۲۹ء میں شاہ جی اور ان کے رفقاء نے قافلۂ احرار کا شادیانہ لاہور میں مجلس احرار کی بنیاد رکھ کر بجا دیا۔ جس کی ضرورت ۱۹۰۶ء کے قیام مسلم لیگ کے اعلان کے بعد سے قوم پرست سیاسی حلقوں اور انگریز دشمن مسلمانوں کے دلوں میں ایک امنگ کے طور پر دبی چنگاری کی صورت گاہے گاہے چٹکیاں لیتی رہتی تھی۔ ایک روایت کے مطابق مجلس احرار اسلام کا قیام خداداد عبقریت کے مالک حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ کی تائید و حمایت سے عمل میں لایا گیا تھا اور مقصد و مدعا یہ تھا کہ مسلمانوں کے سیاسی و معاشی حقوق تسلیم کرائے جائیں اور مسلمانوں کی قیادت مسلم لیگ کے انگریز دوست اور ٹوڈی رہنماؤں سے چھین کر درمیانے طبقے کے انگریز دشمن بے لوث اور مخلص سیاسی عناصر کے ہاتھوں میں دی جائے جو انگریز کے اشاروں پر ناچنے اور غیر مصالحانہ روش اور بے سروپا مطالبات کی بجائے خالص قومی نقطۂ نظر سے وطن کے ہمہ گیر اور وسیع تر مقصد کے لیے انگریز اور سامراج دشمن جماعتوں سے مل کر وسیع تر قومی متحدہ محاذ تشکیل دے اور آزادیٔ وطن کی قومی جدوجہد کو تیز تر کرنے اور انگریز کو اس خطے سے نکل جانے پر مجبور کر دے۔ شاہ جی رحمہ اللہ اس امر کے حامی و موید تھے کہ انگریز دشمن قومی پروگرام پر اندرونی سیاسی اختلافات کو اولیت نہیں دینی چاہیے۔ وہ مسلم لیگ کی ٹوڈی، گماشتہ اور استحصالی قیادت سے نالاں اور گریزاں تھے۔ مگر مسلم لیگ کے مخلص اور دردمند رہنماؤں سے ہر وقت معاملہ کرنے اور مشترکہ سیاسی اور دینی پروگرام ترتیب دینے کے خواہاں تھے۔ اس کے لیے محمد علی جناح اور احرار رہنماؤں کے مابین دفتر احرار دہلی اور دفتر احرار لاہور میں دو مرتبہ مذاکرات ہوئے اور احرار کے ساتھ جناح صاحب نے دونوں مرتبہ دست تعاون و اشتراک دراز کیا مگر احرار رہنماؤں کو اصرار تھا کہ نوابوں، جاگیرداروں، سروں، نونوں، ٹوانوں اور خانوں کے جھرمٹ سے نکلیے، غریب، مظلوم، بے کس و مجبور، مفلس اور قلاش لوگوں کو ساتھ لیجیے اور اس تحریک کو انقلابی تحریک کی عوامی شکل و صورت میں وسیع تر کرتے ہوئے کانگرس اور انگریز سے مرحلہ وار

ٹکرانے کا پروگرام ترتیب دینے کے لیے مجلس احرار ہر وقت آپ کی قیادت اور رہنمائی میں میدانِ عمل میں اترنے کو تیار ہے۔ مگر محمد علی جناح بقول ان کے "کھوٹے سکوں" میں گھرے ہوئے تھے چنانچہ احرار اور مسلم لیگ میں تعاون نہ ہو پایا۔ اس کے بعد بھی بقول جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ پاکستان کے قیام اور تقسیم ہند کا فیصلہ کرنے والی خود مختار آئین ساز اسمبلی کے لیے ہونے والے انتخابات میں دستبردار ہونے یا مسلم لیگ سے معاہدہ کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ مگر بعض رہنماؤں نے شاہ جی کی اس تجویز کی مخالفت کی تھی۔ اس لیے وہ پارٹی کے فیصلے کے سامنے سر تسلیمِ خم کر گئے کیونکہ شاہ جی کی زندگی ہی پارٹی سے وفاداری اور پارٹی سپرٹ کی پابندی کا دوسرا نام ہے۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے قیام پاکستان کے بعد اپنی اور جماعتی سیاسی شکست کو جس انداز سے برسرعام تسلیم کیا تھا۔ وہ خود مسلم لیگ کے دریدہ دہن اور بگڑے ہوئے ذہنوں کے حامل رجعت پسندوں کے لیے بھی حیران کن تھا۔ یہ کسی احساسِ ندامت کا منافقانہ اظہار، سرکاری تعزیر سے خوف یا ڈر کا ملفوف ڈپلومیٹک رویہ یا عہدوں اور سرکاری مناصب کی چھوڑی ہوئی ہڈیوں اور کتوں کے راتب میں حصہ داری کے لالچ میں ملتجیانہ اظہار بھی نہ تھا۔ بلکہ ایک بے باک، نڈر، مخلص و بے لوث، عظیم مدبر، فراس اور حقیقت پسند قومی رہنما کا بیانِ صادق تھا۔ جس کی سچائی کا اعتراف پاکستان کی تاریخ اور اس کا غیر جانبدار حقیقی مؤرخ بھی کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ محمد علی جناح گورنر جنرل پاکستان کی حیثیت سے جن کلی اختیارات کے مالک تھے۔ اگر وہ اس خلوص، دیانت اور قومی جذبے کے معترف نہ ہوتے جو احرار رہنماؤں کے دلوں میں موجزن تھا تو وہ یقیناً احرار رہنماؤں سے سیاسی انتقام لیتے۔

شاہ جی رحمہ اللہ علیہ نے یہ بھانپ لیا تھا کہ پاکستان کے قیام وعدم قیام کی بحث اس کے وجود کی زندہ صداقت و حقیقت نے بے کار اور ختم کر کے رکھ دی ہے اس لیے اب اس ملک میں قوم کی سیاسی، معاشی اور مذہبی فلاح و ترقی کی خاطر، اس کے قیام و وجود کی صداقت کو برقرار رکھنے کی خاطر، ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے ہر شخص کو آمادہ و تیار رہنا چاہیے۔ وہ اس خیال سے متفق تھے۔ اس کے قیام کے خلاف اس قدر کوششیں شاید نہ کی گئی ہوں جتنی کہ لازماً اس کے وجود کو ختم کرنے کی خاطر انگریز، یہودی، قادیانی اور دیگر سامراجی حلیف اور عوام دشمن کریں گے۔

وہ ان تمام سازشوں کو ناکام بنا دینے کے لیے وسیع تر اتحاد اور سیاسی اشتراک و تعاون کے قائل تھے۔ یہی جذبۂ صادقہ احرار رہنماؤں کی مسلم لیگ میں شمولیت جیسے تلخ فیصلے پر منتج ہوا تھا۔

غالباً شاہ جی کی یہی وہ مخلصانہ کوشش تھی۔ جس کی مسلم لیگی ناعاقبت اندیش، خود غرض اور استحصالی گروہ نے قدور قیمت نہ جانی اور یہ اتحاد و اشتراک زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ شاہ جی رحمہ اللہ پر بھی اس کا ایسا ناخوشگوار اور مایوس کن اثر پڑا کہ وہ اسی غم و اندوہ میں گھل گھل کر اپنے وجود کو بھی اس دارِ فنا سے ملک بقا کی جانب لے کر چلے گئے اور ایسی جگہ چلے گئے، جہاں سے انہیں ہماری ہر چیخ و پکار اور کوئی آواز بھی پلٹنے پر مجبور نہیں کر سکتی!

محترم قاضی محمد ارشد الحسینی

فنا فی الرسول، حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی رحمہ اللہ

محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چند واقعات

خالق کائنات نے دین حق کی آبیاری کیلئے جن پاکیزہ نفوس کو چنا ان میں جماعت علماء دیوبند ایک امتیازی شان رکھتی ہے۔ دین حق کے ہر شعبے میں ان کی خدمات جلیلہ مسلمہ ہیں۔ ان میں مفسرین ہیں محدث ہیں معلم ہیں مدرس ہیں زاہد ہیں مجاہد ہیں باطل کے لئے للکار بھی ہیں اور شب زندہ دار بھی ہیں۔ خطیب و ادیب ہیں حکیم و طبیب بھی مجاہد فی سبیل اللہ اور داعی الی اللہ بھی۔ غرض ہمہ صفت موصوف شخصیات ہیں مگر جو وصف ان تمام صفات کو عروج اور کمال تک پہنچانے والا اور اس میں نورانیت پیدا کرنے والا ہے وہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہے۔ اس میدان میں بھی یہ پاکیزہ لوگ بحمد اللہ سب سے آگے نظر آتے ہیں۔

ذیل میں زمانہ حال کی صرف ایک شخصیت کے چند واقعات عرض کئے جاتے ہیں جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت قاضی محمد زاہد الحسینی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ آپ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے خلیفہ مجاز ہیں۔

(۱) ہمارے گھر واقع اٹک شہر کے چھوٹے صحن میں کھجور کا ایک درخت ہے۔ عرصہ دراز سے اس پر کوئی پھل نہیں آیا۔ میں نے ایک دن حضرت اباجی رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اباجی! اس پر کوئی پھل تو آتا نہیں اجازت ہو تو اسے نکال دیں۔ حضرت نے فرمایا۔ نہ بیٹا نہ۔ ہمیں پھل کی ضرورت نہیں یہ تو میں آخری حج کے لئے گیا تھا تو مدینہ منورہ کی کھجوریں لایا تھا اس کی گٹھلی زمین میں گاڑی ہے یہ وہی پودا ہے۔ صبح سویرے جب نماز کے لئے جاتا ہوں تو اس درخت کی زیارت کر لیتا ہوں کہ الحمد للہ مدینہ منورہ کی کھجور کی زیارت کر لی ہے۔ (حضرت رحمہ اللہ نے تین حج کیے اور دو دفعہ سفر برائے عمرہ۔ ایک حج ۱۹۳۹ء دوسرا ۱۹۵۲ء اور تیسرا ۱۹۷۴ء)

(۲) میرے قیام سعودی عرب کے دوران ایک دفعہ فرمایا: جب روضۂ اطہر پر حاضری نصیب ہو تو صلوٰۃ و سلام کے بعد یہ عرض کرنا۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، میں قاضی محمد ارشد الحسینی ابن قاضی محمد زاہد الحسینی آپ کا ایک گناہ گار اور حقیر امتی آپ کے در اقدس پر حاضر ہوں اور میں آپ کے سامنے اپنے ایمان کی تجدید کرتا ہوں۔

اشهدان لااله الا الله وحده لا شريک له واشهد ان محمداً عبده ورسوله.

آپ میرے اس ایمان کے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گواہ ہوں گے۔

(۳) دوران سفر عمرہ، مکہ مکرمہ میں ایک دن فرمانے لگے گاڑی نکالو! عرفات کی طرف چلتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اباجی! حج کے علاوہ تو عرفات، منیٰ مزدلفہ میں کوئی نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا تم چلو تو سہی۔

چنانچہ جب ہم روانہ ہوئے تو فرمانے لگے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی نے حج فرمایا ہے اور حج انہی مقامات پر ہوتا ہے باقی نقشے وغیرہ تبدیل ہوتے رہتے ہیں لیکن یہ پہاڑ وہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے ہر نبی علیہ السلام نے دیکھا ہے اور خصوصاً سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو بارہا ان پہاڑوں پر رحمت کی نظر ڈالی ہے اس لئے ان پہاڑوں کو جی بھر کر دیکھ لو اس ارادے سے کہ ہماری نظر انہی مبارک پہاڑوں پر پڑ رہی ہے جن پر ہر نبی کی مبارک اور رحمت والی نظر پڑی تھی۔

(۴) ربیع الاوّل کا مہینہ وہ مبارک اور سعادت والا مہینہ ہے جس میں باعث تخلیق کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد ہوئی۔ اس نسبت سے حضرت اباجی رحمہ اللہ اس ماہ مبارک کو "ربیع المنور" فرماتے اور لکھتے۔

(۵) ایک دفعہ مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃً وسلاماً میں بیٹھے تھے۔ میں کسی کام سے جانے لگا تو فرمایا محمد ارشد! جب تم واپس آؤ گے تو میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھا ہوں گا۔ میں حیرانی سے دیکھنے لگا تو انتہائی شفقت کے ساتھ تبسم فرماتے ہوئے فرمانے لگے کہ وہ دیکھو! مسجد نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃً وسلاماً کے پہلے بر آمدے کی پیشانی پر پہلا نام ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کا لکھا ہے۔ بس میں اسی کے سامنے بیٹھا ہوں گا۔

سبحان اللہ! کیا شان محبوبیت ہے اور کیسے نرالے انداز عشق ہیں؟ یہ کتابوں میں نہیں ملتے بلکہ یہ پاکیزہ مہینوں میں القاء ہوتے ہیں چنانچہ ایک دفعہ میں نے امیر التبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہ کو عین اسی جگہ اسی مقام پر بیٹھے دیکھا۔

(۶) اپنا بھی یہ معمول تھا اور ہر زائر حرم کو فرماتے تھے کہ زیادہ سے زیادہ وقت حرمین الشریفین کے اندر گزارو۔ چنانچہ خود بھی جب مدینہ طیبہ قیام فرماتے تو نماز تہجد کے لئے مسجد نبوی میں داخل ہوتے اور نماز عشاء ادا فرما کے باہر تشریف لاتے اور عجیب بات یہ ارشاد فرماتے کہ حرمین شریفین میں تلاوت کلام پاک مسلسل کرتے رہیئے جتنی بار تکمیل کر سکو بہتر ہے لیکن جب واپسی کا ارادہ ہو تو قصداً چند سپارے چھوڑ دو اور دعا یہ کرو کہ اے اللہ! میں تیرے اس کلام مجید کی تکمیل تیرے گھر اور تیرے نبی کے در پر ہی آ کر کروں گا۔ اے اللہ تعالیٰ جب تو پھر حرمین شریفین میں پہنچائے گا۔

(۷) اسی محبت و اطاعت کا اثر تھا کہ حضرت اباجی رحمہ اللہ کے قلم سے امام الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر ایسی کتاب منظر عام پر آئی جس کے مطالعہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے کئی اللہ کے بندوں کو زیارت نصیب ہوئی۔ اس مبارک کتاب کا نام بھی عجیب لذت و مٹھاس والا رکھا "رحمت کائنات" (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کتاب پر علماء دیوبند نے ایسا خراج تحسین پیش کیا جو کم ہی کسی کے نصیب میں آیا ہو گا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ، سراپا خیر، حضرت مولانا خیر محمد

بقیہ ص 34 پر

پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی

امارتِ اسلامیہ افغانستان ....مشاہدات و تاثرات

ملتان سے روانگی: جون ۹۹ء کے آخری عشرے میں چوبیس افراد پر مشتمل قافلہ اسلامی نظام کی برکات کا مشاہدہ کرنے کے لیے محمد طاہر صاحب (ناظم حرکتہ المجاہدین ملتان) کی رہبری میں عازم افغانستان ہوا۔ اس میں کچھ ایسے حضرات بھی شامل تھے جو محمد آصف چیمہ صاحب (سابق امیر حرکتہ المجاہدین ملتان) کی قیادت میں گذشتہ سال بھی یہ سعادت حاصل کر چکے تھے۔

ربیع الاوّل کی آٹھویں شب مطابق ۲۲ جون بروز منگل رات نو بجے بذریعہ بس ملتان سے روانہ ہوئے عشاء اور فجر کی نمازیں راستے میں ادا کیں صبح آٹھ بجے میران شاہ پہنچ گئے۔

امارت اسلامیہ میں داخلہ: میران شاہ میں جس جگہ ٹھہرائے گئے وہاں وضو اور غسل کا نظام عمدہ اور مناسب تھا۔ البتہ قضائے حاجت کے لئے بیت الخلاء کی محدود سہولت کی بجائے دامن کوہسار کی لامحدود وسعتیں تعیں جو شہری مزاج دوستوں کے لئے آزمائش کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ناشتہ، غسل اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد دوپہر ایک بجے تیز دھوپ میں ساماں بدوش اگلی منزل کے لئے گامزن ہوئے، کچھ فاصلہ پیدل طے کیا اور پھر گاڑیوں میں سوار ہو گئے، راستے میں گرم پانی سے وضو کیا کمپاس سے قبلے کا تعین کر کے پگڈنڈی نما سڑک کے کنارے سائے کے بغیر نماز ظہر قصر ادا کی اور پھر آگے چل پڑے۔

امارت اسلامیہ ہر اس شخص کے لئے آغوشِ مادر ہے جو صحیح العقیدہ مسلمان ہو، اس کا چہرہ سنت سے منور ہو اور اغیار کا آلہ کار نہ ہو۔ جب کہ اسلامیہ جمہوریہ سرحدی لکیروں کے تقدس پر یقین رکھتی ہے۔ ان متضاد رویوں کی کشمکش میں کبھی پیدل کبھی سوار پانچ گھنٹے گزارنے کے بعد تقریباً چھے بجے مسلمانوں کی سرزمین سے اسلام کی سرزمین میں داخل ہوئے۔

امارت اسلامیہ میں پہلی نماز: ایک وادی میں ٹھنڈے پانی سے وضو کیا، خشک رگوں کو تر کیا، پہاڑی ویرانوں میں صدائے اذان و اقامت بلند ہوئی، باجماعت قبلہ رو ہو گئے، جیسے ہی زبان نے خالق و مالک کی بڑائی کا اظہار کیا اس کی عظمت و ہیبت کے تصور سے نگاہیں جھک گئیں، ہاتھ بندھ گئے، پھر سر پرغرور خم ہوئے۔ جونہی سر اٹھا کر کمر سیدھی کی لذت عجز نے چین نہ لینے دیا۔ جبینِ نیاز زمین بوس ہو گئی۔ فریضۂ نماز عصر سے سبکدوش ہوئے تھکاوٹ کے باوجود ایک عجیب سی فرحت و راحت کا احساس ہونے لگا، دل میں رقت پیدا ہوئی، سر مژگاں ستارے جھلملانے لگے، ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے، زبان، دل کے جذبات کی یوں ترجمانی کرنے لگی۔ اے اللہ! تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ہمیں ایسی سرزمین پر آنے کی توفیق عطا فرمائی جہاں خالصتاً تیری حاکمیت ہے اور تیرے پیارے اور آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی حکمرانی ہے،

اے اللہ! طالبان کی یہ جماعت جو کافر و مشرک، لادین و بے دین، دشمنِ اسلام، ملت فروش اور اقتدار پرست طاغوتی قوتوں کی کثرت تعداد اور ان کی وسعت وسائل کے مقابلے میں مٹھی بھر بے یار و مددگار افراد پر مشتمل ہے، پوری دنیا کا کفر و نفاق اس کو مٹانے کے لئے متحد ہو چکا ہے۔ اس کے قائم کردہ نظام خلافت کی نوخیز کلی کو گلچیں کا دست جفا ملنے کے لئے تیار ہے۔ یہ کہ جن پر چمنستانِ اسلام کی آبیاری فرض تھی وہ خانہ براندازِ چمن بن چکے ہیں اور رضا سے گلچیں کے لئے اس کی ویرانی میں ایک دوسرے سے بڑھ کر کوشاں ہیں، ایسی حالت میں تو ہی ان کی ہمہ پہلو حفاظت فرما، ان کو ایمانی استقامت نصیب فرما، غزوۂ بدر جیسی غیبی نصرت سے سرفراز فرما، اے اللہ! مخلصین کی یہ جماعت جسے تو نے محض اپنی رحمت و قبولیت سے دنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے امید کی کرن بنایا ہے اگر یہ بجھ گئی تو پھر قصرِ مذلت میں گری ہوئی گراں خواب ملت اسلامیہ کا مایوسی کے اندھیروں سے نکلنا ناممکن ہو جائے گا، اے اللہ! قیامِ خلافت کی نوید دینے والے اس ستارۂ سحر کو محض اپنے فضل و کرم سے آفتاب نصف النہار بنا دے، ملت اسلامیہ کو امیر المؤمنین کے دامن خلافت سے وابستہ کر دے، اے اللہ محض اپنے فضل و کرم سے ہم نا اہلوں اور ناکاروں کو بھی اپنے دین کے لئے قبول فرما لے، ایمان و اعمال میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اتباع نصیب فرما، ان جیسا جذبۂ جہاد و قتال اور ان جیسی آرزوئے شہادت اور سعیٔ مشکور عطا فرما، اور ہمیں مملکتِ پاکستان میں اور اس کے بعد پوری دنیا میں اپنی حاکمیت قائم کرنے کی توفیق عطا فرما!! آمین۔

خوست کا معسکر: گذشتہ سال میران شاہ سے نمازِ مغرب سے کچھ دیر پہلے روانہ ہوئے اور نماز عشاء کے بعد تقریباً دس بجے پہاڑوں میں واقع ایک مقام پر پہنچے۔ بتایا گیا کہ یہ حرکۃ المجاہدین کا معسکر ہے جس کا نام معسکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہے۔ کسی امتیاز کے بغیر قطار میں کھڑے کر دیئے گئے ترتیب کے ساتھ ایک ایک کر کے اندر داخل ہوئے فرداً فرداً تلاشی لی گئی جس میں ادب و احترام اور مہمانوں کے اکرام کا ایسا خیال رکھا گیا کہ کسی شخص کو بھی ناگواری کا احساس تک نہ ہوا بلکہ دوستوں نے تعاون کرتے ہوئے ممنوعہ اشیاء (مثلاً تصویروں والے اخبارات و رسائل، کیمرہ اور سگریٹ وغیرہ) خود ہی نکال کر حوالے کر دیں۔ کھانا کھانے اور نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد سو گئے اور نماز فجر کی جماعت سے تقریباً نصف گھنٹہ پہلے کلاشنکوف بردار پہرہ داروں نے بیدار کر دیا۔

حرکۃ المجاہدین کے ذریعے سے افغانستان آنے والوں کی یہ پہلی منزل تھی اور یہاں روزانہ مہمانوں کی کثیر تعداد کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ اس لئے یہاں کے زیر تربیت افراد کے معمولات اور نظم و ضبط کو آنے جانے والے حضرات کے اثرات سے بچانے اور خود ان کو اس میں ڈھالنے کا خصوصی اہتمام کیا گیا تھا اور خاص طور پر نمازوں میں صف بندی کا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا اور نماز کی جماعت میں سستی پر گرفت کی جاتی تھی۔ گذشتہ سال کے دوستوں کو اب بھی یہ منظر یاد ہے کہ معسکر میں قیام کے پہلے دن کی نماز ظہر تھی۔ پاکستان کے مختلف علاقوں سے کئی قافلے آئے ہوئے تھے، نماز اور اس کے بعد کے معمولات سے فارغ

ہوتے ہی امیر معسکر جناب محمد فاروق کی پر جلال و باوقار آواز کانوں سے ٹکرائی کہ وہ افراد کھڑے ہو جائیں جو جماعت میں پہلی رکعت کے بعد شامل ہوئے ہیں، سینکڑوں افراد میں سے صرف پندرہ بیس افراد کھڑے ہوئے۔ ان میں زیرِ تربیت نوجوان ایک تھا یا دو تھے باقی سب مہمان تھے، امیر محترم نے ادب و احترام مجروح کئے بغیر مؤدبانہ اور ذمہ دارانہ امتزاج کے حامل مناسب کلمات سے باری باری باعث تاخیر پوچھنا شروع کیا، جھکی ہوئی نگاہوں، دبی ہوئی آوازوں اور چہروں پر چھائی ہوئی سرخی سے احساس ندامت کی عکاسی کے علاوہ اس عزم صمیم کا اظہار بھی ہو رہا تھا کہ آئندہ غفلت نہیں ہو گی لہذا دو تین کے بعد امیر صاحب نے پوچھنے کا یہ سلسلہ خود ہی منقطع کر دیا، نماز عصر میں ایک نوجوان کے سوا کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو تکبیرِ اولیٰ میں شامل نہ ہوا ہو اور یہ نوجوان بھی تکبیر اولیٰ سے رہ جانے کے باوجود پہلی رکعت میں شمولیت کی آخری حد یعنی رکوع میں شریک تھا امیر صاحب کے استفسار پر معلوم ہوا کہ اس کی تاخیر کا سبب ارادی سستی نہیں بلکہ پیچش کی غیر اختیاری مجبوری تھی۔

خیال آیا کہ جہاں امیر المؤمنین عمر ہو اور امیر معسکر فاروق ہو وہاں نماز کا اس قدر اہتمام کیوں نہ ہو! جب کہ اس مبارک ہستی (سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے جن کے مبارک نام سے ان دونوں کے نام کو نسبت حاصل ہے اپنے عمال کو نماز کی تاکید ان کلمات میں کی ہو:

ان اهم امركم عندى الصلواة فمن حفظها وحافظ عليها حفظ دينه ومن ضيعها فهو بما سواها اضيع (موطا امام مالک باب وقو الصلواة)

یعنی میرے نزدیک تمہارا سب سے زیادہ اہم کام نماز ہے، پس جس نے آداب و شروط اور اوقات کی حفاظت کے ساتھ اسے قائم رکھا پس اس نے اپنے دین کو محفوظ بنا لیا اور جس نے اسے ضائع کر دیا پس وہ دوسری ذمہ داریوں کو اس سے زیادہ ضائع کرنے والا ہو گا۔

اس معسکر میں روسی ٹینک اور جدید ترین روسی گاڑیاں کثیر تعداد میں موجود تھیں، ایسی گاڑیاں بھی تھیں جن میں مسلسل پچاس بار خود بخود پنکچر لگ جانے اور ہوا بھر جانے کی صلاحیت پائی جاتی تھی اور وہ گاڑیاں بھی تھیں جو پانی میں کشتی بن جاتی تھیں، ایسی ٹرالی بھی تھی جو ایک ٹرک پر باسانی لادی جاسکتی تھی مگر جہاں کوئی پل ٹوٹ جائے وہاں اس کو رکھ کر اس کے اوپر سے بھاری گاڑیوں سمیت فوجی کارواں کو گزارا جا سکتا تھا گویا کہ روس نے میران شاہ اور بنوں کے راستے پاکستان میں داخل ہو کر گرم پانی تک پہنچنے کی پوری تیاری کر رکھی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایثار و قربانی کی عظیم مثال پیش کرنے والے افغان مسلمانوں کو پاکستان کی دینی اور علاقائی حفاظت کا ذریعہ بنا دیا مگر پاکستان کے اقتدار پرستوں نے اس وفا کا صلہ یہ دیا کہ امریکہ نے جب گذشتہ سال عظیم عرب مجاہد اسامہ بن لادن حفظہ اللہ تعالیٰ اور ان کے تربیتی مرکزی کو اڑانے کے لئے ستر کروز میزائل پھینکے تو اس کی کمین گاہ ہماری ہی پاک سرزمین بنی۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

اسامہ بن لادن نے پروگرام کے مطابق اس وقت اسی جگہ موجود ہونا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے عین وقت پر ان کا پروگرام منسوخ کرا دیا اس لئے وہ تو محفوظ رہے مگر اس معسکر میں مجاہدین کی تعمیر کردہ مسجد بھی شہید ہو گئی اور سولہ پاکستانی مجاہدین بھی رتبۂ شہادت سے سرفراز ہوئے جب کہ قرب و جوار کے دیگر معسکروں کے شہدا ان کے علاوہ تھے، آفرین و صد آفرین!! امیر المومنین پر! جنہوں نے مملکت اسلامیہ کے اعتماد پر پہلے تو اس علاقے میں پاکستانی و عرب جہادی تنظیموں کو اپنے معسکر بنانے کی اجازت دی اور پھر اس حملے کے بعد انہوں نے ہمیں مزید آزمائش میں ڈالنے اور خود مختار و طاقت ور ہونے کے بلند و بانگ دعوؤں میں چھپی ہوئی ہماری بے بسی و عاجزی کو طشت ازبام کر کے ہمیں رسوائی کا تماشا بنانے کی بجائے ہمارے حکمرانوں سے لاحاصل گلہ کئے بغیر ان معسکروں کو یہاں سے دوسرے علاقوں میں منتقل کرنے کا حکم دے دیا۔

قلعۂ یاور: اس معسکر کے قریب پہاڑ پر بنا ہوا یہ ایک قدیم قلعہ ہے اس میں غاروں کی شکل میں پہاڑ دوز قید خانے ہیں جو روسی قیدیوں کے لئے خود ان سے کھدوا کر بنائے گئے تھے، اس میں ایک عجائب گھر بنایا گیا ہے جس میں لاٹھیوں اور کلہاڑیوں سے لے کر پرانی اور نئی بندوقوں تک جہاد افغانستان میں استعمال ہونے والے ہتھیار کے ارتقائی نمونے موجود ہیں۔ اس پہاڑ میں مجاہدین نے ایک ایسی مسجد تعمیر کی ہے جس میں نماز پڑھنے والے کے خشوع کو شدید بمباری بھی متاثر نہیں کر سکتی۔ یہ گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم رہتی ہے۔ شیطان اور انسان دونوں قسم کے دشمنوں سے بچنے کے لئے بہترین پناہ گاہ ہے۔ ایک طرف سرنگ کی صورت میں دار المشاورت (اسمبلی ہال) تعمیر کیا گیا ہے جو اعجوبۂ روزگار ہے۔ اس کی نشست گاہیں تین طرفہ ہیں، ہر طرف دو رویہ کرسیاں بچھی ہوئی ہیں، تینوں طرفوں کے مقامِ اتصال پر اسٹیج ہے، پورے ہال میں قدِ آدم آئینے ایک خاص انداز اور ترتیب سے نصب ہیں۔ اجلاس کے وقت ایک خاص آئینہ باہر رکھ دیا جاتا ہے جو اس طرح روشنی اندر منعکس کرتا ہے کہ یوں پورا جگمگانے لگتا ہے۔ گذشتہ سال مہمانانِ گرامی نے اس ہال میں قرآن محل ملتان کے مدرس سے جہاد کے عنوان پر درسِ قرآن مجید سنا۔ اس قلعہ کے قریب بہت سے مقامات ایسے ہیں جن سے مولانا جلال الدین حقانی، ان کے رفقاء جہاد اور دیگر مجاہدین و شہداء کے ایمان افروز واقعات وابستہ ہیں۔

خوست کی طرف روانگی: چونکہ یہ معسکر یہاں سے کابل منتقل ہو چکا ہے اسلئے نماز عصر کے بعد اس طرف کا رخ کرنے کی بجائے گذشتہ سال والے شرکاء سفر ان مقامات کو دوبارہ دیکھنے کی حسرت اور نئے ساتھی محرومیٔ دید کے احساس کے ساتھ خوست شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ نمازِ مغرب سے پہلے راستے میں ایک بستی آئی جہاں پاکستانی گاڑیوں کے ڈرائیوروں نے مسافروں کو افغانی گاڑیوں کے ڈرائیوروں کے حوالے کیا۔ راستے میں نماز مغرب ادا کی، نماز کے وقت گذرتی گاڑیاں رک گئیں اور ویرانے میں بہت بڑی جماعت بن گئی۔ تقریباً دس بجے خوست پہنچے، حرکۃ المجاہدین کا دفتر شریک سفر افراد کو معلوم نہ تھا اور دونوں ڈرائیوروں نے ایک دوسرے پر حسنِ

ظن کی وجہ سے چلتے وقت نشان پتا معلوم کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ رات کی تاریکی اور سناٹے نے پورے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا، مادی ماحول میں دن اور رات دونوں جاگتے ہیں۔ ٹیلی ویژن اور ڈش وغیرہ کے ذریعے مسحور کئے جانے والے مغرب زدہ افراد کی راتیں جاگتی اور دن سوتے ہیں، جب کہ یہاں قرآن مجید کے ارشاد: وجعلنا الیل لباسا وجعلنا النہار معاشا (یعنی ہم نے رات کو لباس اور دن کو روزی کمانے کا وقت بنایا) کے مطابق راتیں سوتیں اور دن جاگتے ہیں۔ اسلئے اوّل تو دور دور تک کوئی انسان نظر نہیں آتا تھا اور اگر کسی نہ کسی طرح کسی کو بیدار کر بھی لیا تو زبان ناشناسی کیوجہ سے حاصل کردہ معلومات ناقص اور تخمینی رہیں، اب ان ادھوری معلومات کی بنیاد پر تیز رفتاری سے سڑکیں روندنے کا عمل شروع ہوا، نہ جانے بھٹکنے کی یہ کیفیت کب تک جاری رہتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہاں بھی طالبان ہی کو ذریعہ ہدایت بنایا کہ ان کے ذمہ داروں کی ایک گاڑی قریب سے گزری۔ اسے روک کر ان سے رہنمائی مانگی گئی، وہ بلا تامل و توقف اپنا کام چھوڑ کر ساتھ چل پڑے اور منزلِ مقصود پر لا کھڑا کیا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر نمازِ عشاء باجماعت ادا کی اور کچھ کھائے بغیر پانی پی کر بارہ بجے کے قریب کھلی فضا میں سو گئے۔

کابل کی طرف روانگی: چونکہ خوست کے دفتر میں بے وقت پہنچے تھے اس لئے کسی ذمہ دار سے ملاقات نہ ہو سکی، اور دفتر میں جو مسافر مجاہدین موجود تھے اگرچہ انہوں نے خلاف توقع اور کثیر تعداد مہمانوں کی آمد پر اپنی پریشانی کو چھپانے کی بھرپور کوشش کی مگر میر کارواں نے رات کی تاریکی میں بھی اضطراب سکون نما کو محسوس کر لیا اور یہی مناسب سمجھا گیا کہ یہاں قیام کرنے کی بجائے کابل کا رخ کیا جائے، دو تین گھنٹے کمر سیدھی کرنے کے بعد اٹھائیس سیٹوں کی کوسٹر میں صبح چار بجے کابل کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس جلدی میں نئے ساتھی خوست کا وہ ہوائی اڈہ بھی نہ دیکھ سکے جس پر ۱۸ جنگی جہاز عظمتِ اسلام کے سامنے سرنگوں کھڑے ہیں۔

گردیز میں آمد: نمازِ فجر راستے میں ادا کی اور پھر ناشتہ اور دیگر ضروریات کے لئے گردیز میں کچھ دیر کے لئے رکے، یہ وہ مقام ہے جس سے شاہ یوسف گردیز رحمہ اللہ علیہ کا تعلق ہے ان کا مزار ملتان میں اندرون بوہڑ گیٹ (ان ہی کے نام سے منسوب) محلہ شاہ یوسف گردیز میں ہے، آپ مسلمان بزرگ اور مبلغ تھے۔ کئی نسل بعد ان کی اولاد رافضیت کی لپیٹ میں آ گئی اگرچہ اب متعدد افراد اپنے جدِ امجد کے عقیدے پر واپس آ گئے ہیں مگر اکثریت ابھی تک آباء و اجداد کے ارتداد سے وابستہ ہے اور ان کا مزار بھی اسی اکثریت کے تصرف میں ہے۔

فوٹو اسٹوڈیو: گردیز میں سڑک کے کنارے دو رویہ پر رونق بازار میں ایک ویران سا فوٹو سٹوڈیو دکھائی دیا گو اس میں نہ تو کسی عورت کی تصویر آویزاں تھی اور نہ ہی کسی اور نوعیت کی فحاشی و عریانی کا کوئی پہلو موجود تھا مگر امارتِ اسلامیہ میں خود اسٹوڈیو کا وجود ہی کم تعجب انگیز نہ تھا۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ امارتِ اسلامیہ کے نزدیک بھی تصویر کشی اور عکس بندی حرام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پورے افغانستان میں نہ تو ٹیلی ویژن کا کوئی

سنٹر ہے (بلکہ قندھار فتح کرنے کے بعد طالبان نے خود قندھار ٹیلی ویژن سنٹر بم سے اڑا دیا تھا) اور نہ ہی ٹیلی ویژن اور ویڈیو کیسٹس کی کوئی دکان ہے مگر کیونکہ بین الاقوامی قوانین اور ضابطوں کے مطابق شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر تصویر لازم ہے اس لئے حج و عمرہ سمیت بیرونِ ملک آمد و رفت کی ناگزیر شرعی ضرورت کی اضطراری کیفیت کی وجہ سے محدود طور پر یعنی ضرورت کی حد تک اس کی اجازت دی گئی ہے۔

کابل شہر میں آمد: ۹ ربیع الاول ۔ ۲۴ جون بروز جمعرات خوست سے صبح چار بجے روانہ ہوئے اور سات گھنٹے بعد یعنی دن کے گیارہ بجے کابل شہر میں حرکتہ المجاہدین کے دفتر پہنچے۔ یہ دفتر شہرِ نو میں اس عمارت میں واقع ہے جس میں پہلے کیوبا کا سفارت خانہ تھا اور اس میں ثقافت کے نام پر فحاشی و عریانی کا مرکز قائم تھا مگر آج مجاہدین اور جہادی مہمانوں کی آمد و رفت سے آباد و پررونق ہے۔ اس کے بالکل سامنے سینما پارک ہے جس میں چار سینما ہیں موقع محل اور گردو نواح کی کیفیت اس کے ٹھاٹھ باٹھ شاہانہ اور عیاشیانہ عروج کی غمازی کر رہی ہے اور موجودہ ویرانی زبانِ حال سے داستانِ زوال سنا رہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس وسیع و عریض جگہ کی قسمت بھی جاگ اٹھے جس طرح قندھار میں شہر کے سب سے بڑے سینما کو گرا کر اس جگہ جامعہ عمر تعمیر کیا جا رہا ہے اس طرح یہاں بھی کوئی دینی ادارہ بن جائے اور اس کا مستقبل اس کے ماضی کی تلافی کر دے۔

دفتر کے قریب ہی چوک ہے جو "چوراہا یعقوب" کہلاتا ہے اس کی سڑکیں کشادہ اور پررونق ہیں، سڑکوں کے دونوں جانب دکانیں اور خوانچے ہیں اور اس کے قریب ہوٹل بھی ہیں، چوک کے کنارے مشرقی جانب ایک وسیع خوبصورت مسجد ہے جو ہر نماز کے وقت نمازِ جمعہ کا منظر پیش کرتی ہے یہ کیفیت صرف اسی مسجد کی نہیں بلکہ افغانستان میں ہمیں جس مسجد میں بھی نماز پڑھنے کا موقع ملا یہی منظر بلکہ بعض مقامات پر تو نمازِ عید کا سماں دکھائی دیا۔

اس سال اس مسجد میں نمازِ عشاء ادا کرنے کا موقع نہیں ملا گذشتہ سال تین رات یہاں قیام کیا اور تینوں رات نمازِ عشاء اس مسجد میں ادا کی، نمازِ عشاء سے فراغت کے بعد دیکھا کہ ایک طویل عمر بزرگ مسجد کے اندر ایک طرف تشریف فرما ہیں۔ دو باریش نوجوان ان کے سامنے بیٹھے مشکوٰۃ شریف کا سبق پڑھ رہے ہیں، دوسری رات اتفاق سے بجلی نہیں تھی وہ بزرگ لالٹین کے ساتھ تشریف لائے اور اس کی روشنی میں سبق ہوا، خیال آیا کہ اسلاف اور ان کے طریقے پر چلنے والے انہی حضرات کے اخلاص کی برکت ہے کہ ہم جیسے دنیا پرست بھی علم دین کے ثمرات سے محروم نہیں رہے، اگرچہ زبانِ تدریس فارسی تھی مگر جامعہ تعلیم و تزکیہ کے تجوید و حفظ کے معلم قاری عبدالرحمن قاسمی صاحب کی رفاقت میں تینوں رات اس بابرکت نشست میں بیٹھنے کی سعادت حاصل رہی۔

کابل پہنچنے کے بعد کچھ دیر دفتر حرکتہ المجاہدین میں آرام کیا، کھانا کھایا، نمازِ ظہر جامع مسجد چوراہا یعقوب میں ادا کی اور تین بجے زیارات کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

کابل میں زیارات: کابل مملکتِ افغانستان کا دارالحکومت اور قدیم شہر ہے۔ مجاہدینِ اسلام نے دوسرے خلیفۂ راشد سیدنا

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے آخری دور میں ۲۳ ھ میں اس کا رخ کیا، تیسرے خلیفۂ راشد سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور میں ۲۵ ھ فتح میں ہوا۔ اس کے بعد ایک بار سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں اور دوسری بار سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافتِ راشدہ میں ہاتھ سے نکل گیا۔ دونوں باز حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے اسے فتح فرما کر سلطنتِ اسلامیہ میں شامل فرمایا، ان کا انتقال اسی سرزمین پر ہوا مگر ان کی آرام گاہ معلوم نہیں۔ البتہ دو صحابیوں یعنی حضرت ابو رفاعہ تمیم انصاری اور حضرت جبیر رضی اللہ عنہما کی قبریں نمایاں ہیں اور مرجع خلائق ہیں۔ نیز ان قبروں کے قریب ہی بیشتر افراد کی ایک اجتماعی زیارت گاہ ہے جس پر ناموں کی تختی بھی لگی ہوئی ہے ان میں گیارہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور باقی تابعین رحمہم اللہ علیہم ہیں، کابل کے قدیم ترین قلعہ یعنی قلعۂ بالاحصار کے پہلو میں واقع قبرستان میں بغیر نشان و علامت کے بے شمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ علیہم مدفون ہیں۔ یہ وہ محسنین ملت ہیں جو دعوتِ توحید و اسلام لے کر نسیم سحر کی طرح وطن سے نکلے اور تبلیغ و جہاد و قتال کا فریضہ ادا کرتے ہوئے اس سرزمین میں دُرِمکنون ہو گئے۔ ان کے علاوہ اس قبرستان میں جہادِ افغانستان کے متعدد شہداء بھی آرام فرما ہیں۔

شہر کے وسط میں ایک صحابی حضرت قیس رضی اللہ عنہ کا مزار ہے جو ''شاہ دو شمشیرا'' کہلاتے ہیں۔ ان کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ یہ افغانستان کے فاتح لشکرِ اسلام میں شامل تھے اور اس جہاد میں بیک وقت دونوں ہاتھ سے یعنی دو تلواریں چلا رہے تھے اس مزار میں اس وقت دارالحفاظ قائم ہے اور اس کے قریب ایک چوک ہے جو انہی کے نام پر چوراہا ''شاہ دو شمشیرا'' کہلاتا ہے، نزول رحمت و برکات کے ان مقامات پر فاتحہ پڑھی ان خوش نصیبوں کی مغفرت و بلندیٔ درجات کی دعا کی سعادت حاصل کی اور ان کے توسل سے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اپنے لئے جذبۂ جہاد و قتال، ملت اسلامیہ کی خوابِ غفلت سے بیداری اور طالبان کی کامیابی و استقامت کی دعائیں کیں۔

برعظیم پاک و ہند کے پہلے مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر نے پرانے شہر سے کچھ فاصلے پر ایک خوبصورت باغ بنوایا جو ایک پہاڑی پر واقع ہے، اپنی خواہش اور پسند کے مطابق اس باغ میں مدفون ہے اور اسی کے پہلو میں اس کے دو پوتے مرزا حکیم اور ہندال مرزا بھی دفن ہیں یہ دونوں نصیرالدین ہمایوں کے بیٹے تھے باغ کا حسن و جمال باقی نہیں رہا، قبریں بھی کھلے آسمان تلے ہیں اور اپنی حالتِ زار سے دنیا کی بے ثباتی اور انسانی زندگی کے انجام کا احساس دلا رہی ہیں۔

کہا میں نے کتنا ہے گل کا ثبات
کلی نے یہ سن کر تبسم کیا

(جاری ہے)

محمد عمر فاروق

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

''مولانا محمد علی جوہرؒ اور تحریک آزادی''

بیسویں صدی، شخصیات و تحریکات کی صدی ہے۔ تب کوئی ایسا گوشۂ زندگی نہ تھا۔ جس میں ایک سے بڑھ کر ایک عبقری و نابغہ موجود نہ ہو۔ سیاسیات، علم و ادب، مذھب غرض کوئی میدان رجالِ عظیم سے خالی نہ تھا۔ سیاست کے افق پر ابوالکلام آزاد، حکیم اجمل خان، مولانا محمود حسن، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق، ظفر علی خان، ڈاکٹر سیف الدین کچلو ایسے قومی رہنماؤں کی فہرست میں ایک نمایاں نام مولانا محمد علی جوہر کا بھی ہے۔ محمد علی اور شوکت علی دونوں بھائیوں نے ایک عرصہ تک فرنگی سامراج کے ایوانوں کو اپنے زورِ خطابت سے کپکپائے رکھا۔ یہاں تک کہ سفید سامراج جو ہندوستانیوں کو ان کا وطن لوٹا دینے سے انکاری تھا۔ اسے محمد علی جوہر کی لحد کے لیے بیت المقدس کی سرزمین پر ایک قطعۂ اراضی دینا پڑا۔

مولانا محمد علی جوہر بیک وقت جادو بیاں خطیب، آتش نفس ادیب، معجز رقم صحافی اور اثر آفریں شاعر خوش بیاں تھے۔ انہوں نے زبان و قلم سے جہاد آزادی میں تحرک پیدا کیا۔ ''کامریڈ'' اور ''ہمدرد'' کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت نے فرنگی سطوت و اقتدار پر تابڑ توڑ حملے کیے اور غیرت و حمیت کے مظاہر کی عملی مثالیں جریدۂ عالم پر ثبت کیں۔

''مولانا محمد علی اور جنگِ آزادی'' ڈاکٹر ظہیر علی صدیقی کا ایک گرانقدر تحقیقی مقالہ ہے ڈاکٹر ظہیر کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ مولانا محمد علی جوہر کے رشتے کے بھانجے بھی ہیں۔ یہ کتاب اس لحاظ سے مولانا پر لکھی گئی دیگر کتابوں پر فوقیت رکھتی ہے کہ اس میں مولانا کی شخصیت کا مکمل احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ مختصر سوانح، تحریک خلافت میں کردار، صحافتی معرکے، شاعری، انجمن بلالِ احمر عثمانی، خطوط کے عکس، اور متعدد نادر دستاویزات ایسے مشمولات کتاب کے نمایاں جواہر ہیں۔ دیدہ زیب سرورق اور دل آویز کتابت و طباعت کی مالک یہ کتاب ۳۴۴ صفحات پر مشتمل ہے جس کی قیمت ۱۸۰ روپے ہے۔ اور دارالکتاب۔ عزیز مارکیٹ اردو بازار لاہور سے دستیاب ہے۔

''بزمِ منور'' (جلد اوّل)

یہ کتاب مولانا منور حسین سورتی (انڈیا) کی تقاویر پر مشتمل ہے۔ کتاب میں توحید و شرک کی حقیقت، مسلمان کی پہچان، فلسفۂ موت و حیات، علم کی فضیلت، اہمیت اور برکات، قرآن صحیفۂ انقلاب، ایمان کی چاشنی، انسان کا سفر زندگی، مکمل اسلام اپنانے کی دعوت، معراجِ نبوی، غزوۂ تبوک اور معجزاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، مقصد حیات اور فکر آخرت، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اخلاق، لیلۃ القدر فضیلت و

اہمیت ، نسخۂ کیمیا...... کے عناوین سے ان ابواب میں کئی ذیلی عنوانات پر تقریری شہ پارے شامل ہیں۔ مولانا عبدالقیوم حقانی کے اہتمام و نگرانی میں شائع ہونے والی یہ کتاب مولانا منور حسین سورتی صاحب کی علمی و دینی قابلیت کی شاہد و عکاس ہے۔ ۲۸۸ صفحات کی یہ کتاب ادارۃ العلم والتحقیق جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ، صوبہ سرحد نے شائع کی ہے۔

"سیاہ خضاب کی شرعی حیثیت"

اس رسالہ میں پاکستان کے ممتاز دینی مدارس کے سیاہ خضاب کی شرعی حیثیت کے متعلق جاری کردہ فتاویٰ کو مجتمع کیا گیا ہے۔ خضاب کی شرعی حیثیت کے علاوہ ناخن پالش جیسے اہم مسئلہ پر بھی علمی بحث جناب محمد رفیق اعتصامی (فاضل درس نظامی) کی اس تالیف میں شامل ہے۔ "نیل پالش کے متعلق اسلامی نقطۂ نظر" کے عنوان سے ایک مختصر انگریزی مضمون بھی شامل کیا گیا ہے۔

۳۲ صفحاتی رسالہ کی قیمت ۱۰ روپے ہے۔

ملنے کا پتہ:- چودھری محمد اکبر کریانہ مرچنٹ، غلہ منڈی روڈ محلہ عباسیہ، احمد پور شرقیہ، ضلع بہاولپور

ماہنامہ "الاشرف" کراچی قرآن نمبر

ماہنامہ "الاشرف" کراچی دینی جرائد میں ایک معتبر نام ہے۔ جون، اگست ۱۹۹۹ء کا ضخیم شمارہ "قرآن نمبر" کا تیسرا حصہ ہے۔ ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل اس نمبر میں ۲۱ علمی مقالے شامل ہیں علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ علامہ ابن سیرینؒ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا ابوالحسن علی ندوی، علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ، مفتی محمد ابراھیم، مفتی عبدالرؤف سکھروی ایسے صاحبان قلم کے رشحات جواہر رقم سے یہ خاص نمبر معطّر و مزین ہے۔ یہ اشاعت خاص "تلاوت قرآن کریم" کے نام سے منسوب ہے۔ اس میں تلاوت قرآن کریم کی فضیلت، تاثیر، مسائل، آداب، ذوق، حقوق اور شخصیات کے ایمان افروز تأثرات شامل ہیں۔ "الاشرف" کے کارپرداز خصوصاً مولانا محمد اسلم شیخوپوری مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے محنت شاقہ سے یہ عظیم دستاویز مرتب کی ہے۔ جوان صاحبانِ علم کے لیے اس جہاں میں باعثِ قدر و منزلت اور آخرت میں یقیناً نجات کا باعث ہے۔ یہ اشاعت خاص اس سلسلہ کی تیسری کاوش ہے۔

دلکش سرورق ، مجلد، کمپیوٹر کتابت اور نفیس طباعت کے حامل "قرآن نمبر" کی قیمت صرف ۱۱۰ روپے ہے۔ ملنے کا پتہ: ماہنامہ "الاشرف" الاحمد مینشن ۱۳ بی گلشن اقبال کراچی۔

حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضی کے اسباب

زیر تبصرہ رسالہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا مرتب کردہ ہے۔ روزنامہ "نوائے پاکستان" لاہور کے ایڈیٹر مولانا مرتضیٰ احمد خان میکشؒ نے "نوائے پاکستان" میں سید ابوالاعلیٰ مودودی کے افکار و خیالات کا علمی محاسبہ کر کے خشتِ اوّل رکھی۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے مولانا میکشؒ

کی دعوت پر متذکرہ اخبار میں سید مودودی کے افکار کے ردّ میں مضامین لکھے جنہیں بعد میں رسالہ کی شکل میں شائع کر دیا گیا۔ میکش صاحب نے "نوائے پاکستان" مجلس احرار کے سپرد کر دیا تو پھر اس کے مدیر مولانا مجاھد الحسینی مقرر ہوئے۔ انہوں نے اس تسلسل کو برقرار رکھا اور جماعت اسلامی کے تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ سے فرار، مجلس احرار پر جماعت اسلامی کی بے جا تنقید اور مودودی صاحب کے افکار و خیالات کا بھر پور محاکمہ کیا۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے اس رسالہ میں سید مودودی کی تحریروں پر گرفت کی ہے اور امت مسلمہ کا اجماعی موقف پیش کیا ہے۔ اگرچہ دونوں حضرات وفات پا چکے ہیں۔ لیکن سید مودودی کی کتاب "خلافت و ملوکیت" اور دیگر نازک مسائل پر ان کا موقف و نظریہ جماعت اسلامی کی طرف سے پیش کیا جا رہا ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس یکطرفہ مذموم پروپیگنڈے کی روک تھام کے لیے اس رسالہ کو دوبارہ شائع کیا جاتا۔ انجمن خدام الاسلام حنفیہ قادریہ نے حضرت لاہوری کے اخلاف سے اجازت لے کر نہایت خوبصورت انداز میں کمپیوٹر کتابت کرا کر شائع کر دیا ہے۔ ضخامت ۱۲۰ صفحات اور قیمت ۴۵ روپے ہے۔ جو کہ انجمن خدام الاسلام حنفیہ قادریہ ۲۸۵ جی ٹی روڈ۔ باغبانپورہ۔ لاہور سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

فلسفۂ مذہب:

مؤلف: جاوید اختر بھٹی

ناشر: مطبوعات، یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

ضخامت: ۱۴۱ صفحات

قیمت: ۸۰ روپے

جاوید اختر بھٹی ادبی دنیا میں افسانہ نگار اور محقق کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے افسانوں کے دو مجموعے اور چار تحقیقی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ زندہ دل شخصیت ہیں، شب زندہ دار ہیں، دوستوں کے اچھے دوست ہیں اور ملتان کی ادبی محفلوں کی جان ہیں۔

"فلسفۂ مذہب" ان کی تازہ ترین تالیف ہے۔ جو ان کے ذوق مطالعہ اور شوقِ تحقیق کی خوبصورت مثال ہے۔ درج ذیل پانچ اہم اور وقیع مضامین کتاب میں شامل ہیں۔ فلسفۂ مذہب ایک "تنقیدی جائزہ" محمد سعید شیخ، ماہیتِ زمان، ایم ایم شریف، توحید کے ارتقائی مدارج، دین محمد شفیقی عہدی پوری، شعور نبوت، سید نذیر نیازی۔ موت، وجودی انسان پرستوں کی نظر میں، بختیار حسین صدیقی۔

"فلسفۂ مذہب" میں اپنے موضوع کے اعتبار سے علمی و تحقیقی ذوق کی تسکین کے لیے بہت کچھ موجود ہے۔

"مولانا ظفر علی خان کی آپ بیتی"

ترتیب و تدوین: رابعہ طارق

ضخامت: ۲۳۱ صفحات

قیمت: ۱۲۰ روپے

ناشر: ندوہ المعارف ۱۳ کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور

مولانا ظفر علی خان کے نام سے کون واقف نہیں۔ برصغیر کی تاریخ میں ادب و صحافت اور جہد و سیاست کا ایک زندہ کردار تحریک آزادی کا بے باک سپاہی اور اسلام کا بہادر و مخلص مبلغ، اُن کی صحافت، خطابت اور شاعری نے ایک عہد میں راج کیا ہے۔ مولانا کی شخصیت پر بہت کچھ لکھا گیا اور آئندہ لکھا جاتا رہے گا۔ وہ ان شخصیتوں میں سے ہیں جو اپنے سچے کردار اور کھرے اعمال کی وجہ سے تاریخ میں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔

بقیہ ص 24 پر

مسافرانِ آخرت

گزشتہ چند مہینوں میں درج ذیل حضرات اور خواتین انتقال کر گئے۔ احباب احرار اور قارئین سے درخواست ہے کہ ان کے لئے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ ارا کینِ ادارہ بھی دعاءِ مغفرت کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہار ہمدردی و تسلی اور دعاء کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ اور پسماندگان کو صبر عطاء فرمائے۔ (آمین)

* حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمہ اللہ (خطیب جامع مسجد ریواز گارڈن لاہور) شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ رائے پوری رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند۔
* محترم حافظ لدھیانوی رحمہ اللہ: ملک کے مایہ ناز نعت گو اور ہمارے قدیم مہربان (فیصل آباد)
* شیخ محمد حق نواز مرحوم: ہمارے رفیق فکر محترم شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی کے بہنوئی (گوجرانوالہ ۲۱، اکتوبر ۱۹۹۹ء)
* محترم حافظ محمد اکرم احرار (نعت خواں) کی خوشدامن صاحبہ (میراں پور میلسی ۲۷، ستمبر ۱۹۹۹ء)
* محترم شیخ رفیق الرحمٰن کی تائی صاحبہ (چیچاوطنی، ۲۵ جون ۱۹۹۹ء)

حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کے لئے دعاءِ صحت

ابنِ امیر شریعت، امیر احرار، حضرت سید عطاء المحسن بخاری دامت برکاتہم گزشتہ دس ماہ سے علیل ہیں۔ درمیان میں ان کی صحت بہتر بھی ہوگئی مگر پھر مرض کا حملہ شدید ہو گیا۔ ۲۴، اکتوبر ۱۹۹۹ء کو انہیں شدید علالت کی وجہ سے نشتر ہسپتال ملتان میں داخل کر دیا گیا۔ وہ محترم ڈاکٹر محمد علی صاحب کے زیر علاج ہیں۔ احبابِ احرار اور قارئین کرام سے درخواست ہے کہ حضرت شاہ جی کی صحت یابی کے لیے خصوصی دعاؤں کا اہتمام فرمائیں۔ حضرت شاہ جی مدظلہ، حضرت امیر شریعت کی نشانی، اپنے خاندان کے بزرگ اور مجلس احرارِ اسلام کی متاعِ عزیز ہیں۔ احرار کی بقا انہی کے دم قدم اور جہد وایثار کا ثمر ہے۔ انہوں نے بقاء احرار کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف کی ہیں اور اپنے اسلاف کے کردار کو زندہ رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحتِ کاملہ عطاء فرمائیں تاکہ احرار کارکن ان کی قیادت و سیادت میں تبلیغ دین اور اقامت حکومت الٰہیہ کا فریضہ پوری قوت اور آب و تاب کے ساتھ انجام دے سکیں۔ آمین۔ (مدیر)

■ طالبان کو دہشت گرد قرار دینے اور دینی مدارس کو بند کرنے کی سازشیں کرنے کا نتیجہ ہے

■ اللہ تعالیٰ سب سے بڑی طاقت ہے، امریکہ نہیں

■ اگر پھر جمہوری تماشا جاری ہوا تو حالات بہتر نہیں مزید ابتر ہوں گے

■ اسلام نافذ کر دیا جائے تو مثالی امن قائم ہو جائے گا

امیر احرار سید عطاء المحسن بخاری

(ملتان، حسین اختر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ نواز شریف اور شہباز شریف کی حکومت کا خاتمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین کے استہزاء کی سزا ہے۔ طالبان پر جھوٹے الزامات لگانے، ملک کے تمام اداروں کو ذاتی ملکیت بنانے، ملکی دفاع کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے اور دینی اداروں کو تباہ کرنے کی سازشیں کرنے کا یہی نتیجہ نکلنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف خدائی احکامات جاری کر رہے تھے اور نشۂ اقتدار میں بدست ہو کر وہ یہ بھول گئے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑی طاقت ہے، امریکہ نہیں۔ حضرت سید عطاء المحسن بخاری نے کہا کہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ گذشتہ ۵۲ سال میں کسی بھی حکمران نے جائز طریقے سے اقتدار نہیں چھوڑا۔ قیامِ پاکستان کے وقت مسلمانوں سے نفاذِ اسلام کا وعدہ کیا گیا اور ۵۲ سال میں پاکستان میں اسلام نافذ کرنے کی بجائے اسلام کو رسوا کیا گیا، دینی تحریکوں اور دینی اداروں کو تباہ کرنے کی سازشیں کی گئیں اور علماء کی توہین کی گئی۔ نواز شریف حکومت نے ہی حالیہ دہشت گردی کروائی اور امریکی منصوبہ کے تحت دینی اداروں کو اس کی آڑ میں بند کرنے کی سازش کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں نہیں معلوم کہ موجودہ عسکری قیادت کیا سوچ رہی ہے اور تھکے ہارے سیاستدان مستقبل میں کیا گل کھلائیں گے لیکن ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر آج بھی تمام نظاموں کی بساط لپیٹ کر اسلام نافذ کر دیا جائے تو ملک میں مکمل امن قائم ہو جائے گا۔ انہوں نے کہا کہ یہاں اسلام کے علاوہ کوئی سسٹم کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جمہوریت نے ہی ہمیں یہ برے حالات دکھائے ہیں اگر یہ جمہوری تماشا جاری رہا تو یہی برے لوگ پھر جمہوریت کے ذریعے اقتدار میں آ جائیں گے۔ ان کو روکنے اور ان بددیانت سیاستدانوں سے نجات کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ نفاذِ اسلام کی صورت میں قیامِ پاکستان کے مقاصد کی تکمیل ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر موجودہ حکمرانوں کو ہٹا کر پھر اسی نظام کو چلانا ہے تو حالات بہتر نہیں مزید ابتر ہوں گے۔

* ۵۲ سال سے لوٹ مار کرنے والوں کا عادلانہ احتساب کیا جائے

* موجودہ انقلاب کافرانہ جمہوریت کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت ہے

* آئین، ملکی سلامتی اور استحکام کا موثر ذریعہ ہے۔ دستور کے تحفظ (خصوصاً اسلامی دفعات) کی باقاعدہ وضاحت کے ساتھ ضمانت دی جائے

* جمہوریت اور سیکولرازم کی مخالفت جاری رہے گی

* طالبان کی خالص اسلامی حکومت کے ساتھ مفاہمت اور یکجہتی کی فضا قائم کی جائے

* ہم نیکی کے کاموں میں تعاون اور برائی کی مخالفت کے دینی اصول پر کاربند رہیں گے

(مجلس احرار [illegible] مرکزی مجلس عاملہ [illegible])

(لاہور، معاویہ رضوان) مجلس احرار اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عاملہ کا ایک ہنگامی اجلاس ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء بروز اتوار گیارہ بجے قبل دوپہر بزرگ احرار رہنما محترم چودھری ثناء اللہ بھٹہ کی زیر صدارت مرکزی دفتر لاہور میں منعقد ہوا جس میں ابنِ امیر شریعت حضرت سید عطاء المہیمن بخاری، مولانا محمد اسحٰق سلیمی، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، چودھری ظفر اقبال ایڈووکیٹ، میاں محمد اویس اور ملک محمد یوسف نے شرکت کی جب کہ قاری محمد یوسف احرار اور شاہد بٹ خصوصی دعوت پر بطور مبصر شریک ہوئے۔

اجلاس نے ۱۲ اکتوبر کو ملک میں ہونے والی حکومتی تبدیلی کی روشنی میں موجودہ ملکی و سیاسی صورتحال پر غور و خوض کیا اور تفصیل کے ساتھ حالات کا جائزہ لیا۔ اجلاس نے مطالبہ کیا کہ بلاامتیاز و تفریق اور بلا استثناء ۵۲ سال سے لوٹ مار کرنے والوں کا عادلانہ احتساب کیا جائے اور اگر کسی سے کوئی رعایت برتی گئی یا کسی کو انتقام کا نشانہ بنایا گیا یا پھر بیرونی و اندرونی دباؤ کے تحت مرضی کا احتساب ہوا تو احتساب کرنے والے خود پارٹی بن جائیں گے اور یہ عمل ملک کی لئے مزید زہرِ قاتل ثابت ہو گا۔ اجلاس میں کہا گیا کہ مجلس احرار اسلام تیس سال سے کافرانہ جمہوریت کے نقصانات کے بارے میں قوم کو آگاہ کرتی چلی آرہی ہے۔ اور موجودہ بحران بھی جمہوریت کی ناکامی کا ایک منہ بولتا ثبوت ہے جس کی ذمہ داری حزب اقتدار اور حزب اختلاف دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ جن کی نا اہلی، خود غرضی اور محض اقتدار کی باہمی کشمکش کا یہ لازمی اور فطری نتیجہ ہے۔ اجلاس نے ملک کے دستور کے تحفظ کا پرزور مطالبہ کیا اور کہا کہ دستور ملکی سلامتی اور اس کے استحکام کا ایک موثر ذریعہ ہے، خصوصیت کے ساتھ جب کہ اسلام دشمن ملکی اور بین الاقوامی طاقتیں اس دستور کی اسلامی

دفعات کو ختم کرنے کے لئے آئے دن سازشوں میں مصروف ہیں۔ اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ دستور کے تحفظ کی باقاعدہ وضاحت کے ساتھ ضمانت دی جائے تاکہ اہل پاکستان کو اطمینان ہو سکے کہ وہ اسلامی دفعات محفوظ رہیں گی جن کی خاطر عوام نے بے پناہ قربانیاں دیں اور ملک کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اجلاس میں ان بیانات کا جائزہ لیتے ہوئے تشویش ظاہر کی گئی جن کے ذریعے چیف ایگزیکٹو کو ایک آزاد خیال جنرل کی حیثیت سے پیش کیا جا رہا ہے خصوصیت کے ساتھ اس بیان پر جس میں کمال اتاترک کو ان کی پسندیدہ شخصیت قرار دیا جا رہا ہے۔ اجلاس نے مطالبہ کیا کہ جنرل مشرف اپنی پوزیشن واضح کریں۔ اجلاس میں واضح کیا گیا کہ ملک و قوم کی بقاء صرف اور صرف قیام ملک کے عظیم مقصد (اسلام کے نفاذ) سے وابستہ ہے اور الحاد کی کوئی کفریہ تحریک اور سیکولرازم کا کوئی پروگرام اس ملک کے اندر نہیں چلنے دیا جائے گا اور پاکستان کے نظریاتی اور اسلامی تشخص کے لئے ہم بڑی سے بڑی قربانی دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔ نیز اسلام کے نفاذ اور سیکولرازم کا راستہ روکنے کے لئے ہر تحریک اور ہر اقدام کی مکمل تائید و حمایت کی جائے گی۔ اجلاس نے افغانستان میں قائم طالبان کی حکومت کو مکمل دینی و اسلامی حکومت قرار دیتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ حکومت افغانستان کے ساتھ مکمل مفاہمت اور یک جہتی کی فضا قائم کرے تاکہ جنوبی ایشیا کے اندر اسلام کے احیاء کی تحریک کو تقویت حاصل ہو اور خلاف، اسلام دین دشمن بین الاقوامی طاقتوں اور ان کے ایجنٹوں کی سازشیں ناکام و نامراد ہوں۔ اجلاس میں پی۔ٹی۔وی پر ہونے والے پہلے مقابلہ حسن کی شدید مذمت کی گئی اور اسے "کنجر کلچر" کا حصہ قرار دیا گیا۔ بعدازاں حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ان کی جماعت نیکی کے کاموں میں تعاون اور برائی کے کاموں میں مخالفت کے دائمی دینی اصولوں کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نواز شریف نے گذشتہ الیکشن کے موقع پر برسر اقتدار آکر خلفائے راشدین کے نظام حکومت کے نفاذ کا وعدہ کیا تھا لیکن برسر اقتدار آنے کے بعد سب کچھ اس کے الٹ کیا اور امریکہ کی تابعداری میں بازی لے گئے نتیجہ ان کے سامنے ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا برپا کیا ہوا عالمگیر انقلاب دنیا بھر کے کفار و مشرکین کے لیے ایک چیلنج ہے

دینی مدارس اسلامی تعلیمات کے فروغ کے مراکز ہیں

طالبان دین اسلام کے سپاہی اور مبلغ ہیں

(جامعہ المعاذ ملتان میں حضرت سید عطاء المہیمن بخاری کا خطاب)

(ملتان، حسین اختر ۱۸، اکتوبر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ پستی اور مشکلات کا سبب نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے اعمال حسنہ سے دوری ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے جامعہ المعاذ بدھلہ روڈ ملتان کے پہلے سالانہ جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام مسلمان کی شان اور پہچان ہے۔ مسلمانوں نے جہاں بھی اس فریضہ کو چھوڑا ناکام و نامراد ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ برس کے مختصر ترین دور میں جو عالمگیر انقلاب برپا کیا وہ دنیا بھر کے کفار و مشرکین کے لئے ایک چیلنج ہے۔ اسلام کو بطور نظامِ حیات نہ صرف پیش کیا بلکہ ایک خطہ پر نافذ کر کے اقوام عالم کے لئے مثال بھی قائم فرما دی۔ حضرت سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ دینی مدارس اسلامی تعلیمات کے فروغ کے مراکز ہیں۔ جو اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اسلام دین فطرت ہے اور امن و سلامتی کا داعی ہے۔ دینی مدارس کے طلباء مستقبل کے مبلغین اور مجاہدین اسلام ہیں۔ ہم ان طلباء کی صحیح نہج پر تربیت کر کے ہی اللہ رسول کو راضی کر سکتے ہیں اور ملک و قوم کی بہتر خدمت کر سکتے ہیں۔ جلسہ سے مہتمم مدرسہ مولانا حاجی محمد ثقلین نے بھی خطاب کیا جبکہ حافظ محمد اکرم صاحب نے نعت سنائی۔

محمد نوید (بورے والا)

مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی نائب امیر

ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ کی بورے والہ میں آمد

ابنِ امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ ۱۰، اکتوبر کو تنظیمی دورہ پر بورے والہ میں تشریف لائے۔ مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی مدظلہ اور حافظ گوہر علی صاحب آپ کے ہمراہ تھے۔

مقامی احرار کارکنوں رانا محمد خالد اور صوفی عبدالشکور سے ملاقات کی اور انہیں بورے والہ میں زیر تعمیر مرکزِ احرار، مدرسہ ختم نبوت کے سلسلہ میں مشورے اور ہدایات دیں۔ بعد ازاں مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے استاذ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ مرحوم جامعہ رشیدیہ ساہی وال میں حضرت پیر جی کے ہم سبق اور ہم جماعت تھے۔ حضرت پیر جی نے حضرت مولانا عبدالرحیم نعمانی مدظلہ کی عیادت کی۔ بعد ازاں چک نمبر 261/B میں تشریف لے گئے اور صوفی عبدالشکور احرار کے ہاں قیام کیا۔ یہاں احرار کارکنوں حافظ عبدالستار، حاجی غضنفر علی، راؤ عبدالنعم نعمانی، حاجی ضیاء الحق، محمد نوید، ڈاکٹر ریاض الحسن، حافظ محمد شفیق اور حافظ محمد طاہر نے آپ سے ملاقات کی اور تنظیمی امور پر ہدایات لیں۔ نیز حضرت پیر جی مدظلہ نے احباب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قیام کے لیے محنت کرنے کی نصیحت کی۔ آپ نے فرمایا کہ کامیابی ہمارے اختیار میں نہیں۔ ہم تو کام کرنے کے مکلف ہیں۔ اگر ایک آدمی کو بھی لادین نظام جمہوریت کے خلاف تیار کر لیا تو یہ ہماری کامیابی ہے۔

✪ سیاست دان قومی مجرم اور لٹیرے ہیں ✪ جمہوریت سیاسی بدمعاشوں کی آخری پناہ گاہ ہے

اسلام کے سوا پاکستان میں کسی اور نظام کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

سید کفیل بخاری

تلہ گنگ، اسلام آباد (محمد عمر فاروق، وجیہہ الحسن) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی نائب ناظم سید محمد کفیل بخاری نے کہا ہے کہ لادین سیاست دان ملک میں دین بیزار سوسائٹی کے قیام کے لئے کوشاں ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ سب کفریہ نظامِ ریاست و سیاست یعنی جمہوریت کے ہی کل پرزے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے تلہ گنگ، اسلام اباد اور راولپنڈی کے تنظیمی دورے میں احرار کارکنوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ سید محمد کفیل بخاری نے کہا کہ لادین سیاست دان گزشتہ باون برس سے نسل در نسل ملک و قوم کو دھوکہ دے رہے ہیں اور ملکی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔ یہ قومی مجرم اور لٹیرے ہیں جنہوں نے عوام کو اپنا یرغمال بنا رکھا ہے۔ یہی وہ مجرم ہیں جو نصف صدی سے قوم کا فکری و معاشی استحصال کر رہے ہیں۔ عوام کی اکثریت جمہوریت نہیں اسلامی حکومت کا قیام چاہتی ہے۔ جبکہ سیاست دان جمہوریت چاہتے ہیں۔ اس لئے جمہوریت سیاسی بدمعاشوں کی آخری پناہ گاہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ تبلیغ اور جہاد کے ذریعے ہی قیام پاکستان کے مقاصد کی تکمیل کی جا سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں دینی قوتوں کی طرف سے امریکہ کی مخالفت، کفر و اسلام کی بنیاد پر ہے جبکہ سیاست دان حصولِ اقتدار کے لیے امریکہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ چونکہ پوری دنیا میں امریکہ مخالف ہوائیں چل پڑی ہیں اس لئے مفاد پرست اور سیکولر سیاست دان بھی ہوا کے دوش پر چل پڑے ہیں۔ جو دراصل دینی قوتوں سے خوفزدہ ہو کر اس فضا سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ یہ امریکہ کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ دینی قوتیں امریکی مفادات تباہ کر دیں گی اس لئے اقتدار سیاست دانوں کے حوالے کیا جائے تاکہ امریکی مفادات کا صحیح تحفظ ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ عالمی دہشت گرد ہے اور وہ اپنی دہشت گردی کو چھپانے کے لئے مجاہدینِ اسلام کو مطعون کر رہا ہے۔ اسے چیچنیا اور بوسینا پر ہونے والے مظالم نظر نہیں آتے وہ ان مظالم پر الو کی طرح آنکھیں بند کر کے اپنے حقوق کے لیے جہاد کرنے والے مجاہدین کو بنیاد پرست، جنونی اور دہشت گرد کہہ کر بدنام کر رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ اس وقت دنیا بھر کی کفریہ طاقتوں کی سرپرستی کر رہا ہے اور مسلمانوں پر ہونے والے مظالم میں پوری طرح شریک ہے۔ امریکہ، اسلامی تحریکوں کو جتنا چاہے نقصان پہنچا لے لیکن یاد رکھے کہ اسلام کے اقتدار کا سورج افغانستان میں طلوع ہو چکا ہے جس کی روشنی پورے عالم میں پھیل رہی ہے۔ خود امریکہ کے اندر بھی اسلامی انقلاب کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں اور مسلمان بیدار ہو رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں اسلامی نظامِ حکومت کے سوا کوئی نظام کامیاب نہیں ہوگا۔ اور نہ ہی دینی قوتیں کسی اور نظام کو کامیاب ہونے دیں گی۔

مرزا طاہر فوجی حکومت کو اپنے لیے امید افزا قرار دے کر خود فریبی کا شکار نہ ہوں

دستور منسوخ نہیں، معطل ہوا ہے۔ قادیانیوں کے بارے میں آئینی دفعات کو ختم نہیں ہونے دیں گے

ہم تو مدت سے مرزا طاہر کی پاکستان آمد کے منتظر ہیں

اتاترک سمیت علماء کو کوئی بھی ختم نہیں کر سکا

(عبداللطیف خالد چیمہ)

چیچہ وطنی (پ ر) مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے ایک پریس کانفرنس میں قادیانیوں کے سربراہ مرزا طاہر کی تقریر پر شدید ردِ عمل ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ فوجی حکومت کو اپنے لیے امید افزا قرار دیکر مرزا طاہر خود فریبی کا شکار نہ ہوں، دستور پاکستان کے تعطل کو اپنے حق میں استعمال کرنے کا شوشہ چھوڑ کر دراصل مرزا طاہر اپنی ناکامیوں، نامرادیوں اور خفت کو چھپانے کی موہوم کوشش کر رہے ہیں۔ خالد چیمہ نے کہا کہ مرزا طاہر سن لیں کہ ناموس رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منصب کے تحفظ کے لیے قادیانیت کے خلاف جو اقدامات ہوئے اور جو فیصلہ آئین کا حصہ ہیں انہیں کسی حکومت کی تبدیلی کی وجہ سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ انہوں نے کہا کہ آئین میں درج ایسی دفعات کے پس منظر میں اسلامیان پاکستان کی بے پناہ قربانیاں اور تیرہ ہزار شہداء ختم نبوت کا مقدس خون موجود ہے اور ہم کسی طور پر ان فیصلوں کو سبوتاژ یا غیر موثر نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے کہا آئین معطل ہوا ہے منسوخ نہیں اور نبوت کے جھوٹے دعویدار مرزا طاہر اس صورتحال کو وراثتی انداز میں اپنے حق میں استعمال کر کے اپنے ارتدادی گروہ کو جھوٹی تسلیاں دینے کے مشغلہ میں مصروف ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ مرزا طاہر نے پاکستان آنے کی بات کی ہے۔ ہم تو مدت سے ان کے منتظر ہیں وہ تو خود ہی مرحوم صدر ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈی نینس سے خوفزدہ ہو کر اپنی سامراجی پناہ گاہ برطانیہ فرار ہو گئے تھے جبکہ اکابر احرار نے اعلاء کلمۃ الحق اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنی عمریں جیل میں گزار دیں لیکن ان کے پائے استقلال میں کوئی لغزش نہیں آئی اور نہ ہی وہ پاکستان سے فرار ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ مرزا طاہر کو علماء فوبیا ہو گیا ہے۔ مرزا طاہر یاد رکھیں کہ کمال اتاترک سمیت علماء کو کوئی بھی ختم نہیں کر سکا۔ آج بھی علماء حق کے وارث عالمی استعمار کے سامنے ایک بڑی رکاوٹ کے طور پر موجود ہیں انہوں نے کہا کہ قادیانی، امریکہ و برطانیہ اور اسرائیل کے گماشتے اور جاسوس ہیں۔ عالم اسلام کے خلاف ہر سازش میں یہ سامراجی مہرے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ آج امریکہ افغانستان اور پاکستان کو فتح کرنے کے گھمنڈ میں مبتلا ہے۔ وہ یہ خیال دل سے نکال دے کہ اُسے اپنے ناپاک عزائم میں کامیابی ہو گی۔

احرار رہنماؤں کی تنظیمی و تبلیغی سرگرمیاں

حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری (مرکزی نائب امیر)

۷ - اکتوبر ڈیرہ غازی خان - ۸ - اکتوبر دار بنی ہاشم ملتان میں خطبہ جمعہ - ۹، ۱۰ - اکتوبر، گڑھا موڑ وہاڑی، بورے والا، کمالیہ، اور چیچا وطنی سے ہوتے ہوئے چناب نگر پہنچے۔
۱۵ - اکتوبر مجلس احرار اسلام ملتان کے نئے مرکز جامعہ المعاذ (بدھلہ روڈ) میں خطبہ جمعہ اور نماز عصر تک جلسے سے خطاب۔ جامعہ کے مہتمم محترم حاجی محمد ثقلین کھیرؒ جماعت کے متحرک کارکن ہیں انہوں نے چار کنال پر مشتمل رقبہ مدرسہ و مسجد کیلئے مختص کر کے سلسلہ تعلیم شروع کر دیا ہے اور جامعہ کی تعمیر جاری ہے۔
بعد از مغرب تا عشاء وہاڑی روڈ پر مجلس احرار اسلام ملتان کے ایک اور نئے مرکز مدرسہ معمورہ مسجد طوبیٰ (بستی معصوم شاہ، ۱۷ کسی) کے افتتاحی جلسہ سے خطاب۔ علاقہ کے ایک نیک سیرت انسان محترم ملک بڈھایا صاحب نے ۱۸ مرلے رقبہ مدرسہ مسجد کیلئے وقف کر کے جماعت کے سپرد کر دیا ہے۔ محترم صوفی محمد حسین اس کے منتظم ہیں اور حافظ محمد سعید صاحب بچوں کو قرآن کریم کی تعلیم دے رہے ہیں۔ ابتدائی تعمیر ہو چکی ہے باقی کام جاری ہے - ۱۶ تا ۱۹ - اکتوبر ملتان قیام۔ ۲۰ - اکتوبر چنیوٹ۔ ۲۱ - اکتوبر مولانا سید محمد جاوید شاہ صاحب کے مدرسہ عبیدیہ فیصل آباد کے اجتماع میں شرکت اور خطاب۔ ۲۳، اکتوبر چیچا وطنی۔ ۲۴ - اکتوبر، شرکت اجلاس مرکزی مجلس عاملہ مجلس احرار اسلام، دفتر احرار لاہور، ۲۶، ۲۷ قیام دار بنی ہاشم ملتان ۲۹، اکتوبر تا ۵ نومبر شرکت و خطاب اجتماعات احرار ضلع رحیم یار خان۔ ۶، نومبر شرکت اجتماع مدرسہ موسویہ جلال پور پیر والا ۷ تا ۱۰ نومبر قیام ملتان - ۱۱، ۱۲، نومبر قیام دفتر احرار لاہور - ۱۳ تا ۱۸ نومبر شرکت و خطاب اجتماعات احرار ضلع رحیم یار خان۔ ۱۹ نومبر خطبہ جمعہ مسجد ختم نبوت صادق آباد - ۲۰ تا ۲۲ قیام چیچا وطنی امتحانات دار العلوم ختم نبوت و ملاقات احباب احرار۔ ۲۴، نومبر شرکت تیسری سالانہ مجلس قرأت مسجد احرار چناب نگر۔ ۲۷، ۲۸، نومبر قیام دفتر احرار لاہور و شرکت "جمہوریت مردہ باد کانفرنس" لاہور۔ ۲۹، نومبر تا ۶ دسمبر شرکت و خطاب اجتماعات احرار ضلع وہاڑی ہمراہ مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی مدظلہ۔

حضرت مولانا محمد اسحق سلیمی (مرکزی ناظم اعلیٰ)

۱۵ - اکتوبر کو مدرسہ معمورہ، مسجد طوبیٰ وہاڑی روڈ ملتان کے افتتاحی اجلاس میں شرکت - ۱۶ - اکتوبر مرکزی دفتر ملتان میں حضرت امیر مرکزیہ سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ سے ملاقات اور مشاورت ۱۸، ۱۹، ۲۰ - اکتوبر ضلع وہاڑی کا تنظیمی دورہ، میلسی، بورے والا، عزیز قسم، حاصل پور، بستی گودڑی اور دیگر علاقوں میں احرار کارکنوں سے ملاقاتیں اور مرکزی نائب صدر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کے تبلیغی و تنظیمی اجتماعات کے نظم کی تشکیل۔ ۲۴ - اکتوبر دفتر احرار لاہور میں مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت۔ ۲۸ - اکتوبر تا ۵ نومبر حضرت پیر جی مدظلہ کے

ہمراہ اجتماعات احرار ضلع رحیم یار خان میں شرکت۔ ۱۳ نومبر تا ۱۸ نومبر اجتماعات احرار رحیم یار خان۔ ۲۴ نومبر چناب نگر سالانہ مجلس قرأت۔ ۲۵ لاہور۔ ۲۶ نومبر خطبہ جمعہ ناگڑیاں ضلع گجرات۔ ۲۷، ۲۸، لاہور دفتر احرار۔ ۲۹ نومبر تا ۶ دسمبر اجتماعات احرار ضلع وہاڑی میں شرکت۔

سید محمد کفیل بخاری:

۷، ۸۔ اکتوبر چناب نگر۔ ۱۵۔ اکتوبر خطبہ جمعہ دار بنی ہاشم ملتان، بعد از مغرب مدرسہ معمورہ وہاڑی روڈ (جدید مرکز احرار) کے افتتاحی جلسہ میں شرکت ۲۲۔ اکتوبر خطبہ جمعہ دار بنی ہاشم ملتان ۲۴، شرکت اجلاس مرکزی مجلس عاملہ دفتر احرار لاہور، ۲۹۔ اکتوبر خطبہ جمعہ دار بنی ہاشم ملتان ۵ نومبر خطبہ جمعہ میانوالی قریشیاں ضلع رحیم یار خان۔ ۶ نومبر خطاب چوک رازی خانپور۔ ۷، بستی پروچڑاں (خانپور) ۸ بستی خانود۔ ۹ بستی نوحانی۔ ۱۰ بستی اسلام آباد۔ ۱۱ بستی درخواست (ضلع رحیم یار خاں) ۱۲ نومبر خطبہ جمعہ دار بنی ہاشم ملتان۔ ۱۸، خطاب اجتماع سکھر (سندھ) ۱۹ خطبہ جمعہ ملتان، ۲۴، سالانہ مجلس قرأت چناب نگر۔ ۲۸۔ نومبر، شرکت اجتماع دفتر احرار لاہور۔

ایک وضاحت

تحریک کشمیر ۱۹۳۱ء کے بانی "احرار" تھے نیلی پوش نہیں

نوائے وقت لاہور مورخہ ۷ جون ۱۹۹۹ء میں "بھارت کو حقائق تسلیم کرنا ہی ہوں گے" کے عنوان سے جناب میجر جنرل (ر) غلام محمد صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے ۱۹۳۱ء کی تحریک آزادیٔ کشمیر کا تذکرہ کرتے ہوئے تاریخ کے اوراق پلٹنے اور اپنی جھوٹی تاریخ دانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس تحریک کو مولانا ظفر علی خان کی "نیلی پوش" کی جھولی میں ڈال دیا۔ حالانکہ اس تحریک کی بانی مجلس احرار اسلام تھی۔ جس کے سرخ پوش مجاہدوں نے اپنے خون جگر سے اس کو سینچا تھا۔ ۶۵ ہزار سرفروش چند دنوں میں پس دیوار زنداں چلے گئے تھے اور انہی کی قربانیوں کا نتیجہ تھا کہ مسلمانانِ کشمیر میں آزادی کا جذبہ فزوں ہوا۔ یہ احرار کے سرخ پوش متوالوں کی جدوجہد کا نتیجہ تھا کہ وہاں مسلم کانفرنس کے نام سے ایک مستقل جماعت کی تشکیل ہوئی۔ مولانا ظفر علی خان اور ان کی نیلی پوش تحریک تو ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج کے مناقشے پر معرض وجود میں آئی تھی۔ ۱۹۳۱ء میں تو اس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ میں جناب غلام محمد صاحب سے پوچھ سکتا ہوں کہ انہوں نے ۱۹۳۵ء میں جنم لینے والی جماعت کو ۱۹۳۱ء میں کیسے سمو دیا۔ کیا انہیں مجلس احرار اسلام کا نام لیتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ تاریخ کے حقائق کو غلط رنگ دے کر عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

چودھری ثناء اللہ بھٹہ، رکن مرکزی مجلس عاملہ
(سابق ناظم اعلیٰ مجلس احرار اسلام پاکستان)

مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ اہتمام

پہلی جمہوریت مردہ باد کانفرنس

۲۸، نومبر ۱۹۹۹ء بروز اتوار، بعد نماز مغرب

دفتر مجلس احرارِ اسلام ۶۹ سی، حسین سٹریٹ وحدت روڈ نیو مسلم ٹاؤن لاہور

جس میں احرار رہنماؤں کے علاوہ دیگر دانشور، علماء اور سکالر اظہارِ خیال کریں گے۔
کارکنان و نوجوانانِ احرار کانفرنس میں شریک ہو کر کامیاب بنائیں۔

شعبہ نشر و اشاعت مجلس احرارِ اسلام پاکستان

مجلس احرار اسلام پاکستان کے زیر اہتمام ملتان میں ایک اور تعلیمی مرکز کا افتتاح واجرا۔

مدرسہ معمورہ، مسجد طوبیٰ

بستی معصوم شاہ نزد ۱۷ کسی وہاڑی روڈ ملتان

الحمد للہ مجلس احرار اسلام اپنے امیر و قائد ابن امیر شریعت حضرت سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔ وفاق المدارس الاحرار کے زیرِ اہتمام اس وقت ۲۷، دینی ادارے خدمت دین میں مصروف ہیں۔ اور حال ہی میں ایک صاحب خیر بھائی نے مدرسے کے لئے تقریباً ایک کنال رقبہ جماعت کے نام وقف کیا ہے۔ یوں اب کل ۲۸ ادارے جماعت کے تحت کام کر رہے ہیں۔ ۱۵، اکتوبر کو مرکزی نائب صدر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے اس ادارے کا افتتاح فرمایا۔ اس اجتماع میں مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد اسحٰق سلیمی، مرکزی نائب ناظم سید محمد کفیل بخاری اور مقامی کارکن مہتمم جامعہ المعاذ ملتان، محترم حاجی محمد ثقلین کھیڑا نے شرکت کی۔ ابتدائی تعمیر مکمل کر کے قرآن کریم کی تعلیم شروع کر دی گئی ہے۔ اور مسجد میں نماز باجماعت کا اہتمام بھی ہو گیا ہے۔ احباب اس کی کامیابی کے لیے دعا بھی فرمائیں اور تعاون بھی۔ (ادارہ)

جنّت میں گھر بنائیے!

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرار اسلام کے زیرِ اہتمام

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی کی باقاعدہ تعمیر کا آغاز ہو چکا ہے
نقد یا سامان کی صورت میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور اللہ سے اجر پائیں

کرنٹ اکاؤنٹ
نمبر 2324-9
نیشنل بنک جامع مسجد بازار چیچاوطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ
ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی

رابطہ و معلومات اور ترسیل زر کے لیے

دفتر دار العلوم ختمِ نبوت بلاک نمبر 12 چیچا وطنی
فون نمبر: 0445 - 611657

منجانب
انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ)
ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی۔ ضلع ساہیوال پاکستان

فون نمبر
0445 - 610955

قرآن کریم اور علم نفسیات

قیمت: 180 روپے

اعجاز قرآنی کا ایک منفرد شاہکار، انسانی نفسیات اور احکام قرآن کے اچھوتے موضوع پر لاجواب کتاب

ناشر: طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فون: 061 - 41501-540513

انوار البیان فی کشف اسرار القرآن

کامل 9 جلدیں

سلیس اور عام فہم اردو زبان میں سب سے پہلی مفصل اور جامع تفسیر دلنشین انداز میں احکام و مسائل اور مواعظ و نصائح کی تشریح۔ اسباب نزول کا مفصل بیان تفسیر و حدیث اور کتب فقہ کے حوالوں کے اہتمام کے ساتھ، علماء طلباء کے لیے ایک بے مثال عملی تحفہ

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی بلند شہری مدظلہ مہاجر مدنی

تاریخ جنات و انسان اور ان کی دعوت

اپنے دلچسپ اور منفرد عنوان پر ایک اچھوتی تصنیف

علماء دیوبند کی تصدیق شدہ معلوماتی کتاب

قیمت: 135 روپے

ناشر: طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فون: 061 - 41501-540513

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے جملہ خطبات، ملفوظات و تالیفات سے منتخب سینکڑوں الہامی تفسیری نکات کا مجموعہ

اشرف التفاسیر

سبق الغایات فی نسق الآیات

اعلیٰ کاغذ، معیاری کمپیوٹر کتابت

خوبصورت چار جلدوں میں

قیمت مکمل سیٹ: 1200

مقدمہ و ترتیب: شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت، نکات دقیقہ و لطائف عجیبہ سے مزین شریعت و طریقت کے مسائل آیات سے عجیب استدلال اور قرآنی آیات متعارضہ میں رفع تعارض کے علاوہ اشکالات کا مسکت جواب

ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

فون: 061 - 41501-540513

فضائی آلودگی ہو یا موسم کی تبدیلی

ہمدرد کی مفید دوائیں - نزلہ، زکام اور کھانسی سے بچائیں

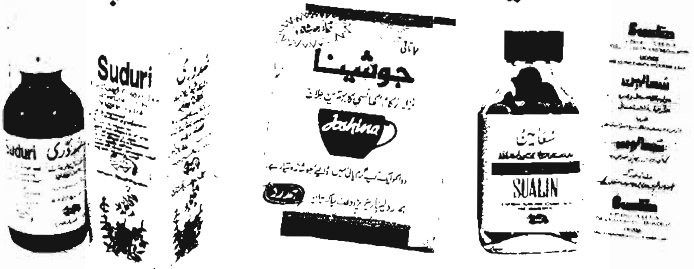

سُعالین جوشینا صُدوری

مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد و خشک موسم یا گرد و غُبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

نزلہ، زکام، فلُ [illegible] سے ہونے والے بخ [illegible] علاج۔ جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔ جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صُدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کرکے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے
بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔

سُعالین، جوشینا، صُدوری۔۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری

ہمدرد

Adarts SJS-17/98

اشرف الہدایہ شرح اردو ہدایہ

۱—۲—۳

الجز الاول

اشرف الہدایہ شرح اردو ہدایہ

۴—۵—۶—۷ "زیر طبع"

الجز الثانی

اشرف الہدایہ شرح اردو ہدایہ

۸—۹—۱۰—۱۱—۱۲

الجز الثالث

اشرف الہدایہ شرح اردو ہدایہ

۱۳—۱۴—۱۵—۱۶

الجز الرابع

مکتبہ شرکت علمیہ

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان 547309 544913